فہرست مضامین

مدینۃ المسیح (علیہ السلام)

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بخیریت ہیں خاندان نبوت اور حضرت خلیفۃ المسیح اول کے خاندان میں بھی خدا کے فضل سے ہر طرح سے خیر و عافیت ہے ❊

حضرت مرزا شریف احمد صاحب بحیثیت سکرٹری سالانہ جلسہ کی انتظامیہ کمیٹی کے انتظام جلسہ میں نہایت تن دہی اور جانفشانی سے مصروف ہیں۔ خدا تعالےٰ آپ کا حامی اور مدد گار ہو۔ احباب کو اخراجات جلسہ کی طرف فوری توجہ کرنی چاہیئے ❊

مولوی محمد اسمٰعیل صاحب (مولوی فاضل) مولوی فضل الدین صاحب مختار عدالت۔ سید محمد اسحٰق صاحب اور حافظ روشن علی صاحب سرگودہا میں ایک تحریری مباحثہ کے لئے تشریف لیگئے ہیں۔ نتیجہ سے انشاء اللہ آئندہ اطلاع دی جائیگی ❊

ماسٹر عبد المغنی صاحب سکرٹری فنانشل کمیٹی قادیان تحریر فرماتے ہیں کہ احمدی احباب کی فہرستیں ان کے اعلان کے مطابق بیرونجات سے آرہی ہیں۔ لیکن ابھی تک بعض انجمنیں ایسی بھی ہیں جنہوں نے تا حال ان کے اعلان کو عملی جامہ پہنانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ اُمید ہے کہ احباب بہت جلدی اپنے اپنے مقام کے احمدیوں کی مفصل فہرستیں انکے پاس بھیجنے میں حتی الوسع سعی فرماوینگے۔ تاکہ جلسہ تک تمام فہرستیں مکمل ہو کر درج رجسٹر ہو سکیں۔ اسکے متعلق ضروری تفصیلات دفتر فنانشل کمیٹی قادیان سے طلب کیجا سکتی ہیں۔ بالخصوص وہ حضرات جو ایسے ہوں کہ کسی وجہ سے کسی انجمن کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے۔ وہ بہت جلدی توجہ فرماویں ❊

ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ فہرستیں صاف اور خوشخط لکھی ہونی چاہئیں۔ اور چندہ جلسہ کی تحریک بھی کثرت مہمانان کے لانے کی کوشش کرنیکے ضروری ہے۔ چندہ کی جملہ رقوم مد تفصیل محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ کے نام ارسال کی جائیں ❊

منشی فخر الدین صاحب ملتانی نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا غیر مطبوعہ فارسی دیوان شائع کرنے کا تہیہ کیا ہے۔ اور نہایت جانفشانی سے اسکی تیاری میں مصروف ہیں۔ اور کوشش کر رہے ہیں کہ احباب کے سامنے سالانہ جلسہ پر اس تحفہ کو پیش کر سکیں۔ انکی یہ کوشش اور سعی بڑی مبارک اور قابل داد ہے۔ بشرطیکہ وقت کی تنگی اور سامان طباعت کی گرانی انکے راستہ میں کسی قسم کی روک نہ حائل کر دے۔ اسکے علاوہ وہ کچھ اور کتابوں کے شائع کرنے کا بھی سلسلہ جاری کرنا چاہتے ہیں۔ اُمید ہے کہ احباب انکی حوصلہ افزائی فرمانے میں دریغ نہ کرینگے ❊

موجودہ گرانی اور قحط سالی کے ایام میں دار الامان کے غریب مہاجر اور المصائب حالات سے گذر کر رہے ہیں اسکے لئے اجناس ضروریہ کے نرخ سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔ آٹا ۸ سیر فی روپیہ

(باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام قادیان میں چھپ کر شائع ہوا)

لکھنؤ میں مبایعین اور غیر مبایعین کا مناظرہ

اور حق کی فتح

"غیر مبایعین ایک دفعہ پہلے شملہ کے مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نبوت کے متعلق ایک تعلیمیافتہ غیر احمدی کو ثالث مقرر کرکے شکست فاش کھا چکے ہیں چنانچہ مباحثہ شملہ کے نام سے اس مباحثہ کی تمام روئداد شائع ہو چکی ہے یہی شکست ان کو لکھنؤ کھانی پڑی لیکن دہلی ہی میں پیغام سوئی کی بدولت مرہم عیسی اور مرزا خدا بخش کو بمقام لکھنؤ مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود ؑ پر مناظرہ کرنے سے جو ذلت نصیب ہوئی ہے وہ بھی کچھ کم نہیں اس مناظرہ میں بھی ثالث مقرر کئے گئے جنہوں نے فیصلہ انکے خلاف اور ہماری تائید میں دیا اسکی روئداد اخویم محمد عثمان صاحب لکھنوی نے مندرجہ ذیل تحریر فرمائی ہے" ایڈیٹر

بتاریخ ۲۷ دسمبر ۱۹۱۶ء بوقت صبح حکیم مرہم عیسے صاحب اور مرزا خدا بخش صاحب مصنف عسل مصفے بنارس سے یہاں تشریف لائے اور جناب بھائی ڈاکٹر محمد عمر صاحب ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن منسلکہ میڈیکل کالج لکھنؤ کے یہاں مقیم ہوئے میں شام کو بعد نماز مغرب جناب ڈاکٹر صاحب کے مکان گیا اور ان سے ملاقات کی ہر دو صاحب بہت خلق سے پیش آئے خدا کرے اسی طرح دل ملجائیں میرے جانے کے بعد پادری جوالا سنگھ صاحب مشہور مسیحی مناظر لکھنؤ اور میاں حسام الدین صاحب بھی تشریف لائے اور اس کے تھوڑی دیر بعد ہی مولانا خیر الدین صاحب سکیرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ بھی آگئے۔ پادری صاحب موصوف ہر دو مسافرین پر کثرت سے علمی سوال کرتے تھے جو میرے خیال میں بہت دلچسپ اور مفید تھے مگر غیر مبایعین برادران نے فرمایا کہ چونکہ ہمیں اپنے مبایع دوستوں سے گفتگو کرنا ہے اور یہی ہمارا مقصد ہے اسلئے فی الحال ہم آپکے سوالات کے جوابات نہیں دینا چاہتے۔ اسپر پادری صاحب خاموش ہوگئے اور حکیم مرہم عیسی صاحب نے مولوی خیر الدین صاحب سے کہا کہ ہمیں یہ دریافت کرنا ہے کہ مبایعین اور غیر مبایعین میں کیا فرق ہے۔ اسکا جواب یہ دیا کہ ایک فرق اندرونی ہے اور ایک بیرونی۔ اندرونی تو یہ ہے کہ آپکے دل میں عرصہ سے حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح ثانی سے عداوت تھی اب جبکہ خدا تعالے نے انہیں خلیفہ بنا دیا تو آپ حضرات کو بہت برا معلوم ہوا۔ اور یہی وجہ مخالفت ہے ورنہ نبوت وغیرہ کے مسائل تو غیر احمدیوں کی ہمدردی حاصل کرنیکے لئے آپ لوگوں کیطرف سے پیش کئے جاتے ہیں۔ والا اصل وجہ تو یہی ہے اور بیرونی وجہ یہ ہے کہ آپ بھی حضرت صاحب کو مسیح موعود۔ مجدد مہدی تسلیم کرتے ہیں اور ہم بھی آپ بھی ان کو ظلی اور بروزی نبی مانتے ہیں اور ہم بھی مگر فرق یہ ہے کہ آپ ظلی اور بروزی کی یہ تشریح کرتے ہیں کہ حضرت صاحب نبی نہ تھے اور ہم کہتے ہیں کہ ظلی اور بروزی ہونے سے آپکی نفس نبوت میں فرق نہیں آتا۔

شق اول کے متعلق تو حکیم مرہم عیسے صاحب نے حسب معمول ہزار ہا قسمیں کھائیں اور انکار کیا اور شق ثانی کی تائید کی اس لئے اس مسئلہ میں گفتگو ہونا شروع ہوئی اور غیر مبایعین کی طرف سے مرہم عیسے صاحب اور مبایعین کی طرف سے مولوی خیر الدین صاحب گفتگو کے لئے تجویز ہوئے اور ڈاکٹر صاحب اور پادری جوالا سنگھ صاحب پنچ مقرر ہوئے چونکہ ہر دو فریق نے یہ تجویز کر لیا تھا کہ حضرت مسیح موعود کی کتب ہمارے لئے حجت ہیں۔ اسلئے یہ طے ہوا کہ جو دعوٰی ہو اسکی دلیل حضرت صاحب کی کتابوں سے ہی پیش کیجائے میاں مرہم عیسی صاحب نے حسب معمول ازالہ اوہام اور توضیح مرام کے حوالہ پیش کئے مگر ہمنے ان کتابوں کو مافحہ براہین احمدیہ حصہ پنجم اور غلطی کا ازالہ اور حقیقۃ الوحی کے وہ وہ زبردست حوالہ اپنے دعوٰی میں پیش کئے کہ حکیم مرہم عیسے سے کوئی جواب نہ بن آیا اور بدحواس ہوگیا۔ یہ گفتگو رات کے دس بجے تک ہوتی رہی چونکہ رات زیادہ آچکی تھی۔ اسلئے ہر دو پنچوں نے کہا کہ ہمنے طرفین کی تقریریں سن لیں اور ہمارے بھی تام [illegible] ہے اسلئے اب مزید گفتگو کی ضرورت نہیں آپ ہر دو صاحب اپنا اپنا دعوٰی کہہ سنا دیں تاکہ ہم فیصلہ سنا دیں۔ اسپر حکیم مرہم عیسے صاحب نے یہ دعوے پیش کیا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود تھے مہدی تھے محدث اور مجدد تھے مں وجہ نبی تھے کیونکہ محدث ایک من وجہ نبی ہوتا ہے اور دیگر اولیاء امت سے افضل تھے مگر نبی نہ تھے۔ اور مولوی خیر الدین صاحب نے کہا کہ حضرت صاحب مہدی تھے مسیح موعود تھے اور ظلی اور بروزی نبی اور بلحاظ نبوت آپ میں اور دوسرے انبیاء میں کوئی فرق نہ تھا ہاں آپ مستقل یعنے براہ راست نبی نہ تھے اور نہ تشریعی نبی۔ ظلی اور بروزی نبی تھے اور تیرا سو برس میں اور کسی کو آپکے سوا نبی کا نام نہیں ملا۔ اسمیں آپ ہی مخصوص تھے اور حضرت صاحب کے وجود سے نبوت کی یہ تیسری شق قائم ہوئی۔ آئندہ کا علم نہیں کہ کون کون نبوت کا درجہ پائیگا اب تک تو سوائے آپکے اور کسی نے یہ درجہ نہیں پایا۔

جب ہر دو صاحب اپنے اپنے دعاوی سنا چکے تو پادری صاحب نے یہ فرمایا کہ میاں خیر الدین صاحب کی تائید حضرت مرزا غلام احمد صاحب کی تحریروں سے ہوتی ہے اور آپ نے اپنے دعوے کو حسب تحریر مرزا صاحب ثابت کر دیا ہے اور میں مرہم عیسٰی صاحب کی تائید نہیں کر سکتا۔ اسی کی تائید ڈاکٹر محمد عمر صاحب نے بھی کی۔ اور جلسہ برخاست ہوا

مندرجہ بالا تحریر کے متعلق پادری صاحب کی تصدیق ذیل میں درج کیجاتی ہے جو امید ہے کہ بہت دلچسپی سے پڑھی جائے گی

پادری صاحب کی تصدیق

"اس عبارت کو مینے سن لیا بالکل صحیح و درست ہے۔"

جوالا سنگھ بقلم خود

یہ ہے حق کی فتح اور باطل کی شکست۔ کیا اب بھی غیر مبایعین اپنی ہٹ دھرمی اور ضد سے باز نہیں آئینگے اور اپنے باطل اعتقادات کی اصلاح نہ کرینگے ؟

ڈاکٹر محمد عمر صاحب کا بیان

بابو محمد عثمان صاحب احمدی برادر ڈاکٹر محمد عمر صاحب جو اوپر کے مندرجہ بالا مناظرہ کی روئداد اول فریق ہے اس حد تک متعلق حضرت خیر الدین احمد صاحب کی تحریر بھی جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب کے متعلق الفضل میں شائع ہوئی تھی لکھتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب نے مولوی خیر الدین احمد صاحب احمدی سکیرٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ کے روبرو صرف اسقدر بیان کیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب جماعت نہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفضل

قادیان دار الامان۔ مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۶ء

تصفیہ شرائط متعلقہ پیشگوئی اسمہٗ احمدؐ

مولوی محمد علیصاحب کے مطالبات عجیبہ کا جواب

(از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالےٰ)

مَیں نے چودہ ۱۴ اکتوبر کے پرچہ الفضل میں جو مضمون مولوی محمد علیصاحب کے ایک مضمون کے جواب میں لکھا تھا اسکے متعلق میرا خیال تھا کہ اسکے بعد مولوی صاحب کو زیادہ تحریر کی ضرورت معلوم نہ ہوگی کیونکہ مَیں نے اسکے اندر صاف لفظوں میں اقرار کیا تھا کہ جس موضوع پر بحث کرنیکا مَیں نے اپنی سالانہ جلسہ کی تقریر میں اعلان کیا تھا اس پر مولویصاحب سے بحث کرنے کے لیئے مَیں بالکل تیار ہوں لیکن افسوس کہ وہ سب خیال غلط نکلا اور مولویصاحب نے اس صاف اور سیدھے مضمون کے جواب میں ایک طولانی مضمون اُنیس ۱۹ نومبر کے اخبار پیغام صلح میں شائع کیا ہے جس کا ایک ہیڈنگ یہ بھی ہے کہ "منظوری چیلنج سے میاں صاحب کا گریز" لیکن افسوس ہے کہ اس سب مضمون میں گریز کا ثبوت کوئی نہیں دیا گیا میرے مضمون کو پڑھکر اپنے تو اپنے غیر بھی یہ بات ماننے پر مجبور ہونگے کہ اسمیں مولویصاحب سے بحث کرنے سے گریز نہیں کیا گیا بلکہ اسپر آمادگی ظاہر کی گئی ہے لیکن مولویصاحب کو معلوم ہوتا ہے خیالی فتوحات حاصل کرنیکا بہت شوق ہے اسی لیئے ابھی جبکہ شرائط کا فیصلہ ہو رہا ہے اور اس میں بھی بے جا طول کوئی نہیں ہوا بلکہ گفتگو شروع ہی ہوئی ہے انہوں نے یہ اعلان کرنا شروع کر دیا ہے کہ میاں صاحب کا بحث سے گریز۔ نہ معلوم مولویصاحب نے گریز کے کیا معنے سمجھے ہیں گریز کے معنی تو پہلو تہی کرنیکے ہیں۔ لیکن مَینے تو بجائے پہلو تہی کرنیکے خود چیلنج دیا ہے انعام مقرر کیا ہے پھر گریز کے کیا معنی کیا کسی مضمون پر بحث کرنیکا اعلان کرنیکو گریز کہتے ہیں یا جو اپنے مخالف کو اپنے دعویٰ کے خلاف ثابت کرنے پر انعام مقرر کرے وہ گریز کرنے والا کہلاتا ہے یا مولویصاحب کی طرف سے جو کچھ بھی شائع ہو اُسے فوراً بلا چون وچرا تسلیم نہ کرنا گریز کہلاتا ہے۔ گریز کے وہ کونسے معنی ہیں جنکی بنا پر اتنا موٹا ہیڈنگ دیا گیا ہے کہ منظوری چیلنج پر میاں صاحب کا گریز۔

مَینے تو جو چیلنج دیا ہے اسپر ابتک قائم ہوں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے اپنے دعویٰ کے ثابت کرنے اور دشمن کے مذکورہ دعاوی کے رد کرنے پر طیار ہوں۔ پھر مَیں گریز کنندہ کس طرح کہلا سکتا ہوں۔ بہرحال چونکہ اس مضمون میں مولویصاحب نے مطالبہ کیا ہے کہ مَیں انکی تحریر کا مفصل جواب دوں اسلیئے انکے مطالبہ کو قبول کرتے ہوئے مَیں ذیل میں انکی تحریر کا مفصل جواب لکھتا ہوں۔

مولویصاحب کو شکایت ہے کہ مَیں نے مُلا محمد بخش کو انکے ساتھ کیوں شامل کیا مگر مَیں حیران ہوں کہ جن لوگوں کو بقول آپ کے "اسلام سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے" اُنکو اُنکے ساتھ ملا کر بیان کرنے میں آپ خفا کیوں ہوگئے کیا اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نعوذ باللہ ایسی بُری شئے ہے کہ اس فعل کے مرتکب کے ساتھ آپ کو نہیں ملانا چاہیئے یا آپکی پوزیشن چونکہ مُلا محمد بخش کی پوزیشن سے اعلیٰ ہے اسلیئے آپکا نام اُنکے ساتھ لینا آپکی ہتک ہے مگر مَیں یہ بھی نہیں خیال کر سکتا کیونکہ یہ تو آپ مجھ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ گویا مَیں سوائے کسی لیڈر جماعت کے اور کسی سے بولنے کا روادار ہی نہیں پس حیران ہوں کہ آپکی خفگی کو کیا سمجھوں اگر مُلا محمد بخش منکر مسیح موعودؑ ہے تو سب غیر احمدی یا کم سے کم بطور تنزل جن لوگوں نے آپ کا دعویٰ سُنا ہے اور قبول نہیں کیا وہ بھی منکر مسیح موعودؑ ہیں اور آپنے انہی لوگوں کے حَکَم نہ بنانے پر مجھ پر اظہار ناراضگی کیا ہے کہ یہ تو اسلام و رسول کریم صلعم سے محبت کرنیوالے ہیں انکو کیوں حَکَم نہیں تسلیم کیا جاتا اور یہ جو آپنے لکھا ہے کہ مُلا محمد بخش سے بحث کرنی مَیں نے کیوں منظور کی ہے تو یہ غلط ہے مَیں نے تو اس سے بحث کرنی منظور نہیں کی بلکہ اُس شخص سے جسپر دونوں چیلنج دینے والوں کا اتفاق ہوجائے اور چونکہ میرا چیلنج تو علماء و فضلاء کو ہے اگر مولوی ثناء اللہ صاحب مُلا محمد بخش کو عالم و فاضل تسلیم کرینگے تب بیشک یہ سوال ہو سکتا ہے لیکن اگر وہ عالم نہیں تو کیا ایسا کرنا اہل حدیث اور حنفیوں کیلیئے موجب عزت ہوگا اور مَیں تو مُلا محمد بخش کا پوری طرح واقف بھی نہیں۔ مَیں نہیں جانتا کہ انکی علمی حیثیت کیا ہے یہ سُنتا ہے کہ وہ لکھنا نہیں جانتے۔ لیکن میں ایسے مولوی [illegible] زمانہ میں تحریر کا رواج نہ تھا پس اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ وہ یونہی علماء میں شامل ہوتے ہیں تو مَیں مقررہ شرط کے مطابق انسے بحث کرنیکا ہرگز پابند نہیں۔

آپ شکایت کرتے ہیں کہ مَینے آپکی باتوں کی طرف توجہ نہیں کی۔ کیا انعام کے متعلق آپکی تحریر کا جواب نہیں دیا گیا۔ کیا شرائط مباحثہ کے متعلق جواب نہیں دیا گیا۔ کیا موضوع بحث کے متعلق میرے مضمون میں کوئی ذکر نہیں آیا اگر ان سب باتوں کا جواب آگیا ہے تو پھر "توجہ نہیں کی" سے کیا مراد ہے۔ کیا آپ کا یہ مطلب ہے کہ آپکی سب باتیں کیوں منظور نہیں کر لی گئیں اگر یہی مراد ہے تو میرا بھی حق ہے کہ کہوں کہ آپنے بھی میرے مضمون میں سے اکثر باتوں کا جواب دینے کی طرف توجہ نہیں کی۔ مَیں حیران ہوں کہ ابتک کس طرح طرح سے اللہ تعالیٰ نے آپکو ناکامی اور نامرادی کے نمونے دکھائے ہیں آپ میں تحکم کی عادت موجود ہے آپ کے نزدیک آپکے دعووں کو قبول کر لینا آپکے مضمون کی طرف توجہ کرنا ہے یہ تو بے شک آپ اپنے عقیدہ کے مطابق کہ سکتے تھے کہ آپکے مطالبات کا جو جواب مَینے دیا ہے وہ درست نہیں بلکہ بالکل غلط ہے۔ لیکن اس مضمون کے بعد جسمیں آپکی تحریر کردہ سب باتوں کا جواب آگیا تھا یہ کہنا کہ مَیں نے سوائے ایک یا دو کا جواب دینے کے باقی کی طرف توجہ ہی نہیں کی ایک ایسا دعویٰ ہے جسے کوئی عقلمند تسلیم نہیں کر سکتا۔

آپ کی یہ شکایت بھی فضول ہے کہ مَیں نے نبوت کے متعلق کوئی بات طے نہ ہونے دی۔ مَینے تو ہر طرح اس کے متعلق بحث ہو جانے پر زور دیا لیکن

یہ آپ کے ہی قائم مقام تھے جنہوں نے اسقدر حیل سے کام لیا کہ بات درمیان میں ہی رہ گئی سب کارروائی تحریری موجود ہے اور بعض حصص شائع ہو چکے ہیں۔ ہر ایک غیر متعصب آدمی انسے خود نتیجہ نکال سکتا ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ پہلے بحث کا اصل موضوع صاف ہو جائے۔ لیکن مجھے حیرت ہے کہ اگر موضوع بحث اب تک صاف نہیں ہوا تو آپ کس بات پر انعام لینے کے لیئے کھڑے ہوئے ہیں۔ کیا میئنے جب انعام کا اعلان کیا تھا تو کسی خاص مضمون پر کیا تھا یا یونہی اعلان کیا تھا کہ جس مضمون پر مَیں چاہوں تقریر کرونگا اور جو اسکو رد کر دیگا اسکو انعام مل جائیگا۔ یا مَیں نے مجملاً کہدیا تھا کہ فلاں مسئلہ پر مَیں گفتگو کروں گا کہ آپ کو اسکے ان پہلوؤں کی کی تشریح کرانی پڑی جنپر بحث ہونی تھی میئنے پچھلے مضمون میں صاف لکھدیا تھا اور اب بھی لکھتا ہوں اگر آپکو یاد نہ رہا ہو تو پھر سن لیں ایک دفعہ اخبار الفضل میں موضوع بحث شائع ہو چکا ہے۔ دوسری دفعہ انوار خلافت میں۔ تیسری دفعہ آپکے قبولیت چیلنج والے مضمون کے جواب میں اب پھر لکھتا ہوں تاکہ آپ کو اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ میئنے یونہی انعام شائع نہ کیا تھا بلکہ اسکے ساتھ کام بھی بتا دیا تھا جسکے پورا کرنے پر انعام مقرر تھا چنانچہ وہ الفاظ جن میں موضوع بحث اور انعام کا اعلان کیا گیا تھا یہ ہیں :-

”پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعودؑ کا نام احمد تھا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور کیا سورۃ صف کی آیت جس میں ایک رسول کی جس کا نام احمد ہوگا بشارت دیگئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق۔

میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعودؑ کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اسکے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور آپکے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپکی ہتک ہے لیکن مَیں جہانتک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور مَیں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق ہی ہے مَیں اس بات کے ثبوت میں اپنے پاس خدا تعالیٰ کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں اور تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے پیش کرنے کو تیار ہوں حتیٰ کہ مَیں انعام رکھنے کے لیئے بھی تیار ہوں۔ اور اگر کوئی میرے دلائل کو غلط ثابت کر دے اور قرآن کریم سے اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت کر دے کہ احمد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تھا نہ کہ صفت اور یہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے تو مَیں ایسے شخص کو ایک مقررہ تاوان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے لیئے تیار رہوں؛“

اگر آپکو پہلے معلوم نہ ہو تو اب اس عبارت کو چوتھی دفعہ پڑھکر معلوم ہو گیا ہوگا کہ انعام مقرر کرنیوالے نے جس بات پر انعام مقرر کیا ہے وہ ظاہر کر دی ہے اور اب انعام کا مستحق وہی ہو سکتا ہے اور اسی شخص کی نسبت کہا جا سکتا ہے کہ اس نے چیلنج منظور کر لیا جو اس موضوع پر بحث کرنے پر آمادہ ہو اور پھر ان سب شرائط کو پورا کر دے جو اعلان انعام کے وقت بیان کی گئی تھیں۔

مذکورہ بالا عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ میئنے دو دعوے بیان کیئے ہیں ایک دعویٰ یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا اور آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آپ پر چسپاں ہوتی تھی۔ دوسرا دعویٰ یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ اس آیت کے مصداق تھے اور آپکا نام احمد تھا ان دعووں کا ثبوت مَیں مدعیوں کے ذمہ لگایا ہے جو دعویٰ میرا ہے اسکا ثبوت میئنے اپنے ذمہ لیا ہے اور جو دعویٰ فریق مخالف کا ہے اسکا ثبوت میئنے اسکے ذمہ رکھا ہے۔ فریق مخالف سے جن باتوں کا ثبوت طلب کیا ہے انکی تفصیل بیان کر دی ہے اور وہ یہ کہ اسے ثابت کرنا ہوگا۔ کہ (۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا (۲) قرآن کریم میں جو نشانات احمد نام رسول کے آتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں (۳) یہ پیشگوئی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے۔ یہ تین باتیں ہیں جن کا ثابت کرنا انعام کا اعلان کرتے وقت فریق مخالف کے ذمہ لگایا گیا ہے جبتک کوئی شخص ان تینوں باتوں کا ثابت کرنا اپنے ذمہ نہ لے وہ بحث کو منظور کرنے والا نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح میئنے اپنے ذمہ یہ لیا ہے کہ مَیں ثابت کرونگا کہ حضرت مسیح موعودؑ اس پیشگوئی کے مصداق ہیں اور میری اسی عبارت کے پہلے فقرات جنمیں اختلاف کی وجوہات بتائی گئی ہیں صاف بتاتے ہیں کہ مَیں نے بھی اپنے ذمہ ان دو باتوں کا ثبوت لیا ہے (۱) حضرت مسیح موعودؑ کا نام احمد تھا اور (۲) اس آیت میں جو علامات احمد نام رسول کی بتائی گئی ہیں آپ پر چسپاں ہوتی ہیں۔

تیسری بات کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں فرمایا ہے اسکا ثبوت فریق مخالف کے ذمہ میں نے اسلیئے رکھا ہے کہ اس معاملہ میں اسکی اور میری حیثیت میں فرق ہے وہ تو اس پیشگوئی کی تعیین کو ایسا اہم قرار دیتا ہے کہ اس پیشگوئی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر چسپاں نہ کرنیکو اسلام کے لیئے باعث ضعف خیال کرتا ہے اور اس پیشگوئی کو کسی اور پر چسپاں کرنیوالے کو رسول کریم کی ہتک کرنیوالا قرار دیتا ہے لیکن میرے نزدیک اس پیشگوئی کی تعیین الہامی طور پر کسی رسول نے اپنے متعلق نہیں کی اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اسکو اپنے اوپر چسپاں نہیں فرمایا اسلیئے اس پیشگوئی کی تعیین محض اجتہاد پر ہے اور یہ ایک علمی مسئلہ کی حیثیت رکھتی ہے نہ وہ شخص اسلام کو ضعف پہنچاتا ہے جو اسے مسیح موعود پر چسپاں کرتا ہے اور نہ اس کے کسی اور پر چسپاں کرنے سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتک ہے اسی طرح جو شخص اس پیشگوئی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں قرار دیتا ہے وہ بھی گنہ گار نہیں غرض اس آیت کی تعیین اجتہاد کی بناء پر ہے

نہ کہ الہام وحی کی بنا پر اس لئے کسی شخص پر اسکی تعیین کرنیوالا مخطی و معیب تو کہلا سکتا ہے لیکن گنہگار اور خدا و رسول کی ہتک کرنے والا نہیں کہلا سکتا۔ اور جس طرح قرآن کریم کی اور بیسیوں آیات کے معانی کرنے میں اجتہاد میں اختلاف ہو جاتا ہے اور ان اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر اسلام کی ہتک اور قرآن کریم سے انحراف کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ اسی طرح اس آیت کے معنی میں اختلافات ہتک اسلام و رسول نہیں کہلا سکتے۔ یہ بات اسی صورت میں ممکن تھی جبکہ یا تو خود قرآن کریم نے اس پیشگوئی کا ذکر کر کے یہ کہدیا ہوتا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو اس کا مصداق ہے یا یہ کہ خود آپ نے دعویٰ فرمایا ہوتا کہ یہ پیشگوئی میرے حق میں ہے لیکن جبکہ یہ بات نہیں تو اس اختلاف پر اسقدر جوش ظاہر کرنا اور خفگی کا اظہار کرنا درست و جائز نہیں ہو سکتا غرض چونکہ تعیین پیشگوئی کی اہمیت کے متعلق میرا اور میرے مخالفوں کا مقام بالکل مختلف ہے۔ اس لئے ان کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ وہ ثابت کریں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپان فرمایا۔ اور میرے لئے یہ ضروری نہیں کہ اس پیشگوئی کی نسبت ثابت کروں کہ حضرت مسیح موعود نے اسے اپنے اوپر چسپان فرمایا ہے۔

غرض انعام مقرر کرتے وقت میں نے کھول کر موضوع بحث بیان کر دیا ہے اور اب اس سے سرِ مو ادہر ادہر ہونا درست و جائز نہیں دو باتیں میں نے ثابت کرنی ہیں اور تین فریق مخالف نے۔ اگر میرا دعویٰ ثابت نہ ہو سکے اور اس کا دعویٰ ثابت ہو جائے تو میں اسے کچھ انعام جو فریقین کی رضامندی سے طے ہو جائے دونگا۔

آپ کا یہ حق تو بیشک ہے کہ کہدیں کہ تم نے انعام ایسی باتوں پر مقرر کیا ہے۔ جنکا ثابت کرنا ناممکن ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ کسی ایسی بات پر انعام مقرر کرو جو ممکن ہو یا اور کوئی عذر پیش کریں لیکن یہ کہنا کہ ہم نے چیلنج منظور کر لیا ہے اور پھر جن باتوں کے ثابت کرنے پر انعام مقرر کیا گیا ہے۔ ان کے ثبوت سے پہلوتہی کرنی یا ان میں تبدیلی کرنے کی کوشش کرنی درست نہیں۔

اگر کوئی شخص مثلاً یہ اعلان کرے کہ جو شخص سو گز اتنے سیکنڈ میں دوڑے اسے اسقدر انعام ملیگا اور کوئی دوسرا شخص آکر کہدے کہ مینے تمہارا چیلنج منظور کر لیا ہے میں اسی گز دوڑنے کو تیار ہوں مجھے انعام دیا جائے اور انعام مقرر کرنے والا اسے سمجھائے کہ مینے تو اس پر انعام مقرر نہیں کیا۔ تو وہ گریز کرنے والا قرار پائے گا۔ عقلمندوں کے نزدیک تو وہی شخص غلطی پر سمجھا جائے گا۔ جو ایک طرف تو چیلنج کو منظور کرنے کا ادعا کرتا ہے اور دوسری طرف جس بات پر انعام مقرر ہوا ہے۔ اسے بدلنا چاہتا ہے۔ مینے ایک خاص بات پر انعام مقرر کیا ہے۔ اور صاف اور کھلی عبارت میں وہ بات بیان کر دی ہے۔ اب وہی شخص اس چیلنج کو منظور کرنے والا کہلا سکتا ہے ــ جو اس بات کو ثابت کرنے پر آمادگی ظاہر کرے نہ وہ جو اس بات کو ہی تبدیل کرنا چاہے

اگر آپ کے نزدیک جن باتوں کے ثابت کرنے پر میں نے انعام مقرر کیا ہے ایسی ہیں کہ ان پر بحث نہیں ہو سکتی یا آپ کے نزدیک اس طرح بحث کرنا لغو و بیہودہ ہے تو پھر آپ یہ دعویٰ نہ کریں کہ آپ چیلنج منظور کرتے ہیں۔ بلکہ آپ اپنی معقول تجاویز پیش کر کے مجھے مباحثہ کا چیلنج دیں اور میری تجاویز کی کمزوری کو دنیا کے سامنے ظاہر کریں کہ ایسا چیلنج ہم نہیں منظور کر سکتے۔ لیکن جس بات پر انعام مقرر ہوا ہے اس کو کم یا زیادہ یا بدلنے کی کوشش کرتے ہوئے یہ دعوے کرنا کہ ہم چیلنج منظور کرتے ہیں ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی نسبت بہ تغیر قلیل آپ ہی کے الفاظ میں کہا جا سکتا ہے کہ "وہ کسی وسیع مجلس میں پیش ہونے کے قابل نہیں۔ بلکہ جگ ہنسائی کا کام دینے والا ہے" میں تو جہانتک غور کرتا ہوں یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ انعام کا نام سن کر آپنے موضوع بحث کے معلوم کرنے کی طرف توجہ ہی نہیں کی اور میری عبارت پر بغیر کافی غور کئے کے انعام کے حصول کے لئے کوشاں ہو گئے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ میدان مقابلہ میں سب سے اول رہنے کا یہ جوش قابل تعریف ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ اس کا استعمال نہایت بے موقعہ ہوا ہے۔

آپ نے مجھ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے۔ کہ میرا حضرت مسیح موعود کو آیت مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد کا مصداق ثابت کرنا کافی نہیں۔ بلکہ میرے لئے یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق نہیں کیونکہ ظلی طور پر تو آپ بھی حضرت مسیح موعود کو اس پیشگوئی کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ اعتراض درست نہیں۔ کیونکہ جیسا کہ اسی انعامی اعلان میں مذکور ہے۔ میرے نزدیک وہ رسول جس کا اسم ذات احمد ہے حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ اور یہی ثابت کرنا میرے ذمہ ہے مگر کسی کی نسبت یہ کہنا کہ وہی اس پیشگوئی کا مصداق ہے اس بات کو لازم نہیں کرتا۔ کہ دوسروں کی نفی کیجائے۔ اگر نفی بھی ضروری رکھی جائے تو پھر دنیا کے ہر ایک شخص کی نسبت ثابت کرنا ہوگا کہ وہ اس پیشگوئی کا مصداق نہیں جب اس آیت میں ایک رسول کا جس کا اسم ذات احمد ہو ذکر ہی دیکھا نہیں اور اس شخص کی تعیین ہم حضرت مسیح موعود پر کرتے ہیں تو اس سے خود نتیجہ نکل آیا کہ دوسرا اسکا مصداق نہیں اور جب ہم یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح موعود اس پیشگوئی کے مصداق ہیں تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دوسرا کوئی شخص اسکا مصداق نہیں۔ علامات تو تعیین کے لئے ہوتی ہیں جب ایک ہی شخص کی پیشگوئی ہو۔ اور ایک شخص پر اسکی علامات چسپاں ہو جائیں تو اس شخص کی تعیین بھی ہو گئی پھر اس بحث کے کیا معنے کہ فلاں ہے یا نہیں

اگر ہم کسی خاص شخص کی نسبت ثابت کردیں کہ وہ اسکا مصداق نہیں تو یہ اور بات ہے۔ ورنہ اصل مسئلہ پر اسکا کوئی اثر نہیں پڑتا۔ مثلاً آپ کے ذمہ اس بات کا ثبوت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق ہیں۔ تو کیا اس بات کے ثابت کرنے کے بعد آپ کے لئے یہ ثابت کرنا بھی ضروری ہوگا۔ کہ اور کوئی شخص اسکا مصداق نہیں جب آپ یہ ثابت کردیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں وہ تمام علامات پائی جاتی ہیں جو اسجگہ بتائی گئی ہیں تو آپ نے اپنا دعویٰ ثابت کردیا۔ کیونکہ اس آیت میں ایک ہی شخص احمد نام کی خبر دی گئی ہے نہ دو کی جب اس پیشگوئی کا ایک مستحق مل گیا۔ تو انتظار ختم ہوا۔ اور پیشگوئی پوری ہوگئی اسی طرح میں اگر یہ ثابت کردوں کہ حضرت مسیح موعود اسکے مصداق ہیں تو یہ بھی ثابت ہوگیا۔ کہ احمد نام والے رسول آپ ہی ہیں۔ دوسرا کوئی اسمیں شامل نہیں۔ کیونکہ احمد نام کے ایک ہی رسول کی اسجگہ خبر دیگئی ہے نہ کہ ایک سے زیادہ کی اور اگر کسی پیشگوئی کی تعیین پر یہ اعتراض کرنا درست سمجھا جائے کہ یہ تو ثابت کیا گیا ہے کہ یہ شخص اس پیشگوئی کا مصداق ہے لیکن یہ نہیں ثابت کیا گیا کہ یہی مصداق ہے تب تو کوئی پیشگوئی بھی ثابت نہیں ہوسکتی مثلاً رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق جو پیشگوئیاں ہیں۔ انکی نسبت کوئی شخص کہہ دے کہ ان کی تعیین سے یہ تو ثابت ہوا۔ کہ آپ بھی ایک مصداق ہیں یہ کہاں سے ثابت ہوا۔ کہ آپ ہی ہیں تو کیا اسکا یہ اعتراض درست ہوگا۔ اسکو یہی جواب دیا جائیگا کہ ان پیشگوئیوں میں ایک شخص کی خبر دی گئی ہے جو ظاہر ہوگیا اگر تمہارے نزدیک اسکا مستحق کوئی اور بھی ہے تو اسے پیش کردو۔ ورنہ ایک رسول کی پیشگوئیاں جب ایک شخص پر چسپاں ہوگئیں تو وہی وہ رسول ہے دوسرا اسکا مستحق نہیں میںنے اپنے ذمہ اس بات کا ثبوت لیا ہے کہ احمد نام کے جس رسول کی خبر اسصورت میں دیگئی ہے وہ حضرت مسیح موعود ہیں اور جو ممبر سے چیلنج کو منظور کرے اسکا یہ فرض رکھا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی وامی کو اسمہ احمد والی پیشگوئی کا پورا کرنے والا ثابت کرے اور اس ثبوت میں "ہی" کا سوال آپ ہی حل ہوجاتا ہے اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ہم بھی تو ظلّی طور پر حضرت مسیح موعود کو اسکا مصداق مانتے ہیں تو یہاں ظلّیت کی بحث نہیں یہ سوال کہ ظلّی طور پر حضرت مسیح موعود اس پیشگوئی کے مصداق ہیں بالکل علیحدہ ہے۔ اگر یہ پیشگوئی رسول کریم پر چسپان ہوتی ہے تو ظلّی طور پر سب امت کی اسمیں پیشگوئی آگئی حضرت صاحب کی اسمیں کیا خصوصیت ہے یہ کہاں لکھا ہے۔ کہ اس احمد کی ظلّیت کے لحاظ سے ایک اور بھی کامل مظہر ہوگا۔ کہ ہم اس ظلّیت کے پہلو کو صرف حضرت مسیح موعود پر چسپان کریں۔ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق ہیں۔ تو پھر ہر ایک مسلمان اپنے کمالات کے تناسب کے لحاظ سے احمدیت میں شامل ہے۔ اور یہ بھی کہیں ثابت نہیں۔ کہ ہر ایک نبی کا اسکی امت میں سے ایک کامل مظہر ہونا ضروری ہے کہ ہم یہ سمجھ لیں کہ چونکہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کی گئی ہے ضرور ہے کہ آپ کے ایک کامل مظہر کی بھی خبر دی گئی ہو۔ بلکہ ممکن ہے کہ ایک نبی کا اسکی امت میں سے ایک کامل مظہر ہو اور ممکن ہے کہ نہ ہو۔ لیکن جس بات کی نسبت بالتحقیق نہیں کہہ سکتے کہ وہ ہوگی یا نہیں ہوگی وہ پیشگوئی کس طرح کہلا سکتی ہے۔ کیا اگر کسی شخص کی نسبت کوئی نبی یہ بتائے کہ اس کے بیٹا ہوگا۔ تو ظلّی طور پر اسکا پوتا بھی اس پیشگوئی میں شامل ہے اگر ہے تو پھر ایک موعود لڑکے کی اولاد بھی ضروری ہے

اور اگر ہر موعود لڑکے کی اولاد ضروری نہیں تو پھر ظلّی طور پر پوتا پیشگوئی میں شامل نہیں کیونکہ خواہ ظلّی طور پر ہی ہو۔ یہ بات پیشگوئی نہیں کہلا سکتی۔ کہ ممکن ہے فلاں بات اس طرح ہوجائے اور ممکن ہے کہ نہ ہو پس جب قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت نہیں کہ ہر نبی کی امت میں سے ایک شخص ضرور اسکا ظلّ کامل ہوتا ہے تو جو پیشگوئی ایک ہی نبی کی نسبت ہو۔ اس میں سے ظلّی طور پر اور کسی شخص کی پیشگوئی نکالنی درست ہی نہیں ہوسکتی۔ ہاں اگر اسجگہ کوئی قرینہ ہوتا۔ تو اور بات تھی پس یہ کہنا کہ ہم ظلّی طور پر حضرت مسیح موعود کو اسمہ احمد والی پیشگوئی کا مصداق مانتے ہیں۔ اس بحث پر کوئی اثر نہیں ڈالتا۔ آپ بیشک ایسا مانیں۔ ہم تو ظلّی طور پر آپ کو اسمہ احمد والی پیشگوئی کا مصداق نہیں مانتے۔ بلکہ ہمارے نزدیک آپ اسکے حقیقی مصداق ہیں۔ اور اگر ظلّی طور پر آپ کا مسیح موعود کو اس پیشگوئی میں شامل کرنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہمارا مسیح موعود کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کرنا کافی نہیں۔ تو آپ کا آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کر دینا بھی کافی نہیں۔ کیونکہ آپ تو اس پیشگوئی میں مسیح موعود کا ذکر ظلّی طور پر مانتے ہیں۔ اور میں اس پیشگوئی میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر التزامی طور پر مانتا ہوں۔ اور التزامی طور پر ماننا ظلّیت سے زیادہ واضح ہوتا ہے۔ کیونکہ ظلّ کا وجود پایا جانا ضروری نہیں ممکن ہوتا ہے۔ اور جو بات التزاماً ثابت ہو اس کا وجود ضروری ہے مثلاً ایک سوٹی کا سایہ تو اسکا ظلّ ہے جب ہم کہتے ہیں کہ ایک سوٹی فلاں جگہ گڑی ہوئی ہمنے دیکھی ہے تو اس سے اسکے سایہ کی طرف بھی اشارہ ہو سکتا ہے لیکن سایہ کا امکان ہے یقینی نہیں کیونکہ اگر رات کا وقت ہو۔ تو کوئی سایہ نہ ہوگا۔ خود سوٹی سایہ میں کھڑی ہوگی تو کوئی سایہ نہ ہوگا۔ سورج اس کے عین سر پر ہوگا۔ تو کوئی سایہ نہ ہوگا۔ پس کسی چیز کی خبر دینے سے اسکے ظلّ کی خبر ضروری نہیں کہ نکلے اسلئے وہ پیشگوئی نہیں کہلا سکتی۔ لیکن

جو بات التزاماً ثابت ہو۔ اس کا وجود ضروری ہے۔ مثلاً جب پیشگوئی کی جائے۔ کہ ایک وقت میں ایک شخص اس اس طرز کا ہوگا۔ تو اس خبر میں التزاماً یہ بات بھی ثابت ہو گئی۔ کہ اس کی ماں بھی ہوگی۔ اور باپ بھی ہوگا۔

اسی طرح جب ہم کسی مکان کی چھت کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ساتھ ہی دیواروں یا عمود کا ذکر بھی آجاتا ہے۔ کیونکہ چھت بغیر دیواروں یا سہارے کے کھڑی نہیں رہ سکتی۔ پس جبکہ میں ظلی نہیں۔ بلکہ التزامی طور پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی اس آیت میں مانتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے ان الفاظ میں اپنی تقریر میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے ۔

"قرآن کریم میں جو احمدؐ کی خبر دی گئی ہے۔ اس کے متعلق پہلے وہ آیات پڑھ دی ہیں۔ جن میں احمدؐ کا ذکر ہے اور اب میں خدا تعالےٰ کے فضل سے بتاتا ہوں کہ ان آیات میں احمدؐ کا اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف صفت احمدیت کی وجہ سے اس کے مصداق ہیں"

انوار خلافت صفحہ ۲۰۔ اس حوالہ سے آپ کو معلوم ہو گیا۔ کہ میں اس پیشگوئی میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل سمجھتا ہوں۔ اور اس کی تشریح میں نے ابھی آپ کو بتائی ہے۔ کہ میرے نزدیک آپ کی پیشگوئی التزامی طور پر اس پیشگوئی میں آگئی ہے۔ پس اگر آپ کا حضرت مسیح موعود کو ظلی طور پر اس کا مستحق ماننا گو جیسا کہ میں ثابت کر آیا ہوں۔ ظلی پیشگوئی بغیر قرائن کے کوئی پیشگوئی نہیں۔ اس بات کو لازم کر دیتا ہے کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت ثابت کیا جائے۔ کہ آپ اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ تو میرا یہ ماننا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی التزاماً اس پیشگوئی میں سے نکلتی ہے۔ بدرجہ اولیٰ یہ لازم کرتا ہے کہ آپ بھی قرآن و حدیث سے ثابت کریں کہ اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود نہیں ہیں۔ لیکن جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ یہ بحث ہی فضول ہے۔ ہم میں ظلی اور التزامی پیشگوئی کے متعلق بحث نہیں۔ بلکہ اس پیشگوئی کی دلالت مطابقہ پر گفتگو ہے۔ اور اس کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ آپ اس کے مصداق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو ثابت کر دیں۔ اور میں حضرت مسیح موعود کو۔ اس میں آپ کو مسیح موعود کے ظلی موعود ہونے سے انکار کرنا پڑتا ہے اور نہ مجھے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے موعود بدلالۃ التزامی ہونے سے۔

دوسرا جواب آپ کے اس مطالبہ کا وہی ہے۔ جو میں اوپر دے چکا ہوں کہ انعامی مضمون پر بحث اسی صورت میں ہو سکتی ہے جبکہ اس مضمون پر جو انعام دینے والے نے .. .. .. مقرر کیا ہے۔ اسی طرز پر گفتگو ہو جو اس نے بتائی ہے ورنہ انعام کا استحقاق پیدا نہیں ہو سکتا ٭

آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ جب تک میں یہ ثابت نہ کروں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق نہیں۔ اس وقت تک میں آگے نہیں چل سکتا۔ کیونکہ جب تک جگہ خالی نہ ہو۔ اس وقت تک حضرت مسیح موعود پر اس پیشگوئی کیونکر چسپاں ہو سکتی ہے۔ لیکن اس استدلال میں بھی مثل استدلالات سابقہ کے غلطی پر ہیں ٭

اول تو اس لئے کہ اس وقت گفتگو ایک انعامی چیلنج کے متعلق ہو رہی ہے۔ وہ چیلنج لغو ہے یا درست۔ اس سے بحث نہیں۔ آپ اگر اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں۔ تو آپ کو اسی طرز پر منظور کرنا ہوگا۔ جس طرح وہ دیا گیا ہے۔ اگر اس کو لغو قرار دیتے ہیں تو اعلان کریں کہ بوجہ لغو ہونے کے میں منظور نہیں کرتا۔ یہ نہیں کہ انعام کا دعوےٰ بھی کریں۔ اور موضوع بحث کو بھی تبدیل کرنا چاہیں۔ جن الفاظ میں انعام کا اعلان ہوا ہے۔ وہ بالکل واضح ہیں۔ اور اردو زبان میں ہیں کسی غیر ملکی زبان میں نہیں کہ اس کے لئے لغات و صرف و نحو کی احتیاج ہو۔ آپ ان الفاظ کو پڑھ سکتے ہیں۔ انہی باتوں پر جو اس چیلنج میں بتائی گئی ہیں۔ بحث ہو سکتی ہے۔ یعنی جو آپ کا دعوےٰ ہے آپ ثابت کریں۔ جو میرا ہے میں۔ میرا دعوےٰ یہ ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود اس پیشگوئی کے اصل مصداق ہیں اور آپ کا نام احمد تھا۔ میں اسے ثابت کروں گا۔ آپ کا دعویٰ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس کے مصداق تھے۔ اور احمد آپ کا اسم ذات تھا۔ آپ اثبات کو ثابت کریں۔ اور وہ تیسری شرط بھی پوری کریں۔ جو آپ کے اس پیشگوئی پر اس قدر زور دینا ہے آپ کے دعوے کے لئے جزو لاینفک ہو گئی ہے۔ اور جو انعام کا حقدار ہونے کے لئے جیسا کہ میرے اعلان سے ظاہر ہے۔ بطور شرط کے رکھی گئی ہے ٭

دوسری وجہ آپ کے اس استدلال کے غلط ہونے کی یہ ہے۔ کہ دلیل بیان کرنا مدعی کا کام ہے نہ منکر کا۔ منکر تو صرف اس لئے انکار کرتا ہے کہ اس کے پاس اثبات کے ثبوت کی کوئی وجہ نہیں۔ آپ کہتے ہیں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمدؐ تھا۔ اور آپ اس پیشگوئی کے مصداق تھے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ مجھے اثبات کا ثبوت نہیں ملا۔ اس لئے اس وقت تک کہ مجھے ثبوت نہ ملے میں اثبات کو تسلیم نہیں کر سکتا۔ اب آپ فرما دیں کہ دلیل مجھ پر واجب ہوئی یا آپ پر۔ دعویٰ آپ کا اور دلیل میں دوں۔ میرا کام تو آپ کی دلائل کو اگر وہ غلط ہوں توڑ دینا ہے۔ انکار کرنے والے کا یہ فرض نہیں ہوتا۔ کہ وہ انکار کے دلائل دے۔ اس کی دلیل تو صرف اسقدر ہے کہ اسے اس کے ثبوت نہیں ملے۔ افسوس ہے کہ آپ اصول مناظرہ کی اسقدر واقفیت بھی نہیں رکھتے۔ کسی شخص کا کوئی خاص نام نہ ہونے کا دنیا میں کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ دعوےٰ کر بیٹھے کہ جلال الدین اکبر کا نام ضیاء الدین تھا تو کیا دوسرے لوگ جو اس بات کے منکر ہوں ان کا فرض ہے کہ وہ اثبات کا ثبوت دیں۔ کہ اس کا یہ نام نہ تھا۔ یا جو شخص کہتا ہے کہ اس کا نام ضیاء الدین تھا۔ اس کا فرض ہے کہ وہ ثبوت دے کہ اس کا نام ضیاء الدین تھا۔ اگر منکرین پر دلائل دینے فرض ہیں۔ تو وہ جسقدر حوالجات اس کا نام جلال الدین ہونے کے دینگے۔ وہ شخص آپ کے ہم خیالوں کی طرح کہہ دیگا۔ کہ ان سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ اس کا نام ضیاء الدین نہ تھا۔ ان سے تو یہ ثابت ہوا کہ اس کا نام جلال الدین بھی تھا۔ پس کسی شخص کے فوت ہو جانے کے بعد اور ایک لمبا عرصہ گذر جانے کے بعد جب کہ اس کے ہم عمر فوت ہو گئے ہوں۔ لاکھوں کروڑوں نام جو دنیا میں پائے جاتے ہیں ان میں سے کسی نام کی نفی بھی اس سے نہیں کی جا سکتی۔ پس ثبوت دینا اس شخص کے ذمہ ہوتا ہے جو مدعی ہو۔ اور اس امر میں آپ مدعی ہیں۔ آپ کا فرض ہوگا۔ کہ آپ کے نام احمد ہونے کا ثبوت دیں۔ اور میرا فرض ہوگا۔ کہ اگر ان کو غلط سمجھوں۔ تو ان کو رد کروں۔ اور آپ کا یہ کہنا کہ میرا فرض ہے کہ میں نفی کے دلائل دوں۔ ایک ایسی بات ہے جو کسی وسیع مجلس میں پیش ہونے کے لائق نہیں۔ بلکہ جگ ہنسائی کرانے والی ہے۔ دلیل نفی کی نہیں ہوتی بلکہ اثبات کی ہوتی ہے۔ سوائے اس کے کہ نفی ایک

ایسے امر کی ہو۔ جس کی نسبت دونوں فریق قائل ہوں کہ وہ چیز پہلے اس اس طرح واقعہ تھی۔ اور ایک فریق مدعی ہو کہ اب اس طرح نہیں رہی۔ جیسے کہ دو شخص ایک تیسرے شخص کی نسبت قائل ہوں کہ وہ کل یا پرسوں لاہور تھا۔ لیکن ان میں سے ایک شخص کہتا ہو۔ کہ اب وہ وہاں نہیں۔ تو اس صورت میں اسپر واجب ہے۔ کہ اس کی دلیل دے۔ اور اس میں بھی یہ استثناء ہے کہ اگر اثبات کا پہلی صورت پر ہی ہونا اسوقت خارق عادت کے طور پر ہو۔ تب ثبوت مدعی کے ہی ذمہ ہو گا۔ کیونکہ وہ ایسی بات کا دعوٰی کرتا ہے جو خارق عادت ہے۔ اور اصل میں اثبات کے بعد جو نفی ہوتی ہے۔ اس کا ثبوت بذمہ منکر اس لئے نہیں ہوتا۔ کہ منکر پر بھی دلیل دینی واجب ہوتی ہے۔ بلکہ اس لئے کہ یہ نفی لفظاً نفی ہے۔ ورنہ درحقیقت یہ بھی اثبات ہی ہے کیونکہ اس میں منکر ایک مسلمہ فریقین حالت میں تغیر کا دعوےٰ کرتا ہے ۔

تیسری وجہ آپ کے اس استدلال کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ آپ نے حضرت مسیح ناصری کی حیات اور حضرت مسیح موعود کے دعوے میں جو نسبت ہے۔ وہی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احمدؐ ہونے اور حضرت مسیح موعود کے اس پیشگوئی کا مصداق ہونے میں سمجھی ہے۔ حالانکہ ان دونوں قضیوں میں ایک نسبت نہیں کہ ایک دوسری کو قیاس کر لیا جائے۔ وفات وحیات مسیح ناصری علیہ السلام اور دعوائے حضرت مسیح موعود کی مثال یہ ہے۔ کہ ایک عہدہ تھا جس کا حقدار ایک شخص زید کو قرار دیا گیا تھا۔ کچھ مدت کے بعد ایک شخص نے اس عہدہ کا دعوےٰ کیا اور کہا کہ زید سے مراد ایک شخص مثیل زید ہے۔ کیونکہ زید تو مر چکا ہے۔ وہ اس عہدہ کو کس طرح پا سکتا تھا۔ اس پر طبعاً سوال اٹھیگا کہ زید واقعہ میں مر چکا ہے۔ اگر مر چکا ہے۔ تب بے شک ہم اثبات پر غور کر سکتے ہیں کہ زید سے مراد مثیل زید ہے۔ اور اگر زندہ ہے۔ تو پھر زید سے مراد زید ہی ہے۔ پس زید کی موت کے ساتھ مثیل زید کے دعوے کو ایک خاص تعلق ہے۔ لیکن جس مسئلہ پر ہماری گفتگو ہے۔ وہ اور ہے۔ یہاں یہ سوال ہے۔ کہ ایک شخص زید نے ایک چیز کے متعلق کہا ہے کہ اس کا مستحق بکر ہو گا۔ کچھ مدت کے بعد کچھ لوگ ایک شخص کی نسبت کہتے ہیں۔ جو خود بھی فوت ہو چکا ہے۔ کہ وہی بکر تھا۔ کچھ مدت کے بعد کچھ اور لوگ ایک اور شخص کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ بکر تھا۔ اور اس عہدہ کا حقدار تھا۔ اب ان دونوں فریق میں بحث ہوتی ہے۔ تو یہاں یہ سوال ہرگز نہیں اٹھے گا۔ کہ جن لوگوں نے بعد میں ایک شخص کو اس عہدہ کا مستحق قرار دیا ہے۔ وہ پہلے ان لوگوں کے دعوے کی نفی کے دلائل دیں۔ جنہوں نے پہلے دعوےٰ کیا تھا۔ ان کا کام صرف یہ ہے کہ وہ جس شخص کو بکر ظاہر کرتے ہیں۔ اس کی شناخت کرا دیں۔ جب اس کی شناخت دلائل سے اور بعد از مباحثہ ہو جائے۔ تو دوسروں کا دعوےٰ خود باطل ہو جاتا ہے۔ یہ کوئی وجہ نہیں کہ چونکہ انہوں نے پہلے دعوےٰ کیا ہے۔ اس لئے ضرور ان کو پہلوں کے دعوٰی کی غلطی کا ثبوت دینا چاہیئے۔ یہ جس شخص کو اس عہدہ کا مُر کرنے والا بتاتے ہیں۔ اگر اس کو اس کا مستحق ثابت کر دیں۔ تو دوسرے فریق کا دعوٰی خود باطل ہو جاتا ہے۔ حضرت مسیح موعود سے پہلے کئی مدعیوں نے مہدویت موعودؐ کا دعوےٰ کیا تھا۔ لیکن حضرت صاحب کا دعوےٰ ثابت کرنے سے پہلے ان کے دعاوی کو باطل کرنا ضروری نہ تھا۔ اور موجودہ اختلاف بالکل اسی طرز کا ہے۔ جس طرح حضرت مسیح نے ایک آنے والے کی خبر دی ہے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی دی ہے۔ جس طرح اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے کئی مدعی ہوئے ہیں۔ اس پیشگوئی کی نسبت بھی دو جماعتوں میں اختلاف ہوا ہے کہ آیا فلاں شخص پر چسپاں ہوتی ہے یا فلاں پر۔

پس جس طرح حضرت صاحب کا دعوٰی ثابت کرنے سے پہلے تمام مدعیان مہدویت کے دعاوی کو ترتیب وار باطل کرنا ضروری نہیں۔ اسی طرح اس اختلاف میں بھی ان لوگوں کا دعوےٰ باطل ثابت کرنا ہمارے ذمہ نہیں۔ جو اس پیشگوئی کو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں کرتے ہیں۔ ہاں چونکہ دونوں فریق رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنا آقا اور سردار مانتے ہیں۔ اگر خود آپ کا دعوٰی ثابت ہو جائے کہ میں وہ احمدؐ ہوں جس کا ذکر سورۃ صف میں ہے۔ تو کوئی جھگڑا ہی نہیں رہتا ۔

اب میں بالفرض محال تسلیم بھی کر لیتا ہوں کہ یہ دونوں باتیں ایک ہی سی ہیں۔ تب بھی آپکا دعوےٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر مان بھی لیا جائے کہ جو دعوےٰ پہلے ہے۔ اس کا غلط ثابت کرنا ضروری ہے۔ تب بھی غلط ثابت کرنے کے یہ معنے نہیں کہ اس کی غلطی کے دلائل دیئے جائیں۔ بلکہ صرف یہ مطلب ہے کہ اس کے تائیدی دلائل کو غلط ثابت کیا جائے۔ پس اگر وفات مسیح کے مسئلہ کے دعوٰی کے ساتھ آپکے دعوے کو مشابہ بھی سمجھ لیا جائے۔ اور اس کا پہلے فیصلہ ہونا ضروری قرار دیا جائے تب بھی یہ نتیجہ نکلیگا۔ کہ آپ پہلے اپنے دعوے کے ثبوت دیں اور ہم ان کو رد کر کے پھر اپنے دعوے کو پیش کریں۔ مگر یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ نفی کا ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔ وفات مسیح کا فیصلہ حضرت صاحب کے دعوے سے پہلے رکھا جاتا ہے۔ لیکن وفات کے ثبوت دینے عقلاً ہمارے ذمہ نہیں۔ بلکہ اس مباحثہ کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے مخالف اپنے دعوےٰ کا ثبوت دے۔ پھر ہم اس کو رد کریں۔ پھر ہم اپنے دعوےٰ یعنے حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت دیں۔ اور پھر مخالف اس کو رد کرے۔ اور یہی طریق ہے۔ جس پر حضرت صاحب نے زور دیا ہے۔ مباحثہ دہلی میں اسی بات پر حضرت مسیح موعود کا زور تھا۔ کہ حیات مسیح کا ثبوت دینا آپ لوگوں کے ذمہ ہے۔ میرے ذمہ وفات مسیح کا ثبوت دینا نہیں۔ اور یہی بات ہمیشہ غیر احمدیوں کے سامنے پیش ہوتی رہی ہے۔ باقی رہا یہ کہ ہم وفات مسیح کا بھی ثبوت دیا کرتے ہیں۔ تو اس کا یہ باعث نہیں کہ منکر پر بھی دلائل دینا واجب ہے۔ بلکہ یہ باعث ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے مسیحیوں کا فتنہ دیکھ کر قرآن کریم میں وفات مسیح کا ذکر کر چھوڑا تھا۔ ورنہ اگر وفات کا ذکر نہ ہوتا تو عدم ثبوت حیات کی وجہ سے ہم حیات کا انکار کر دیتے۔ اور یہ ہمارے مخالفین کا کوئی حق نہ تھا کہ کہتے کہ یہ عقیدہ چونکہ پرانا ہے اور تم نے چھوڑا ہے۔ اس لئے اب تم دلیل دو کہ کیوں یہ عقیدہ غلط ہے۔ ایک بندۂ خدا کا جسے حدیثوں میں خضر کہا گیا ہے۔ ذکر قرآن کریم میں آتا ہے۔ مسلمانوں میں عام طور پر اسے زندہ خیال کیا جاتا ہے۔ تو کیا اس کی وفات ثابت کرنے کے لئے ہمیں دلیل دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس کی حیات پہلے سے لوگ تسلیم کرتے آئے ہیں۔ یا اس کی حیات کا بار ثبوت اس کی حیات کے مدعی کے ذمہ ہے اسی طرح فلاسفۂ یونان آسمانوں کی جو تعریف کرتے ہیں کہ پیاز کے چھلکوں کی طرح ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے ہیں۔ اور

ان میں فرق نہیں ہو سکتا۔ پہلے لوگوں کا تو یہی عقیدہ تھا۔ کیا آپ اسے تسلیم کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو کس دلیل پر۔ کیا صرف اسی وجہ سے نہیں کہ اس کا ثبوت ان کے پاس نہیں یا تمام مخلوقات کا آپنے احاطہ کر لیا ہے۔ کہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ ساری مخلوق میں اس کا کوئی پتہ نہیں۔ اس قسم کے جنات جو لوگوں کو مختلف اشیاء لا دیتے ہیں۔ اور لوگوں کے سر پر چڑھ کر ان کو دق کرتے ہیں۔ انسانوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ ہمیشہ سے لوگ تسلیم کرتے آئے ہیں۔ لیکن کیا آپ اس دعویٰ کو تسلیم کرتے ہیں۔ اگر نہیں تو کس لئے؟ کیا اسی لئے نہیں کہ جو دعوے کیا جاتا ہے۔ اس کا ثبوت نہیں۔ ورنہ ان باتوں کی نفی کا ثبوت کیا مل سکتا ہے۔ نفی والے کی دلیل یہی ہے کہ عدم ثبوت کے باعث میں نہیں مانتا۔ ہاں ثابت کر دو تو قبول کر لوں گا۔

غرض کوئی پہلو بھی آپ لیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر اس آیت کو چسپاں کرنے کے دلائل آپکے ذمہ ہیں۔ اور ہمارے ذمہ صرف آپکے دلائل کا رد کرنا ہے نہ کہ اپنے پاس سے نفی کا ثبوت دینا۔ اور آپ کا اس کے خلاف مطالبہ کرنا ایک ایسی کچی بات ہے کہ میں حیران ہوں۔ آپنے اس کے پیش کرنے کی جرأت کس طرح کی۔ اگر ہمارا یہ دعوےٰ ہوتا کہ پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمدؐ تھا۔ اب نہیں رہا تب بے شک ہم پر بار ثبوت تھا۔ لیکن ہم تو اثبات کے قائل ہیں کہ یہ دعوےٰ بلا دلیل ہے۔ اس لئے ہم اسے قبول نہیں کرتے جب کوئی شخص اس دعوے کی تصدیق میں دلائل دیگا۔ اور وہ دلائل جرح کو برداشت کر لینگے۔ تو ہم بھی اثبات کو قبول کر لینگے۔ باقی رہا آپکا یہ کہنا کہ دوست و دشمن تیرہ سو برس سے اس بات کو قبول کرتے چلے آئے ہیں۔ اس لئے ہم پر بار ثبوت ہے۔ یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں پہلے بتا آیا ہوں کئی باتیں دوست و دشمن تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس کا بار ثبوت مدعیوں پر ہی ہے۔ خود حیات مسیح کو مسیحی اور مسلمان تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس کا بار ثبوت حضرت مسیح موعود نے غیر احمدیوں کے ذمہ رکھا ہے۔ مسیحیوں کے مقابلہ میں بھی یہی کہا جاتا ہے کہ حضرت مسیح کے آسمان پر زندہ چڑھ جانے کا ثبوت دو۔

میرا پہلے اس عقیدہ پر ہونا اور پھر چھوڑ دینا بھی اس بات کو واجب نہیں کرتا۔ کہ میں دلیل دوں۔ ایک شخص ایک بات کو ایک رنگ میں مانتا ہے۔ لیکن جب اس کی تحقیق شروع کرتا ہے۔ اور اس کے دلائل نہیں پاتا۔ تو اسے چھوڑ دیتا ہے۔ مینے بھی جب علمی تحقیق شروع کی۔ اور اس کے دلائل نہ پائے۔ تو اس عقیدہ کو چھوڑ دیا۔ پس بار ثبوت مجھ پر نہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آسمان سے نزول مسیح کا پہلے اقرار کیا تھا۔ پھر انکار کیا۔ لیکن بار ثبوت حیات مسیح کا پھر بھی غیر احمدیوں پر رکھا۔ جیسا کہ آپکے متعدد رسالجات سے ثابت ہے۔ باقی جو آپنے دلائل دفات کے دئے ہیں وہ جیسا کہ مینے بتایا ہے۔ ایک زائد بات ہے۔ ورنہ مباحثات میں بار ثبوت آپنے غیر احمدیوں پر ہی رکھا ہے۔ میرے اس عقیدہ کو تبدیل کرنے سے یہ بات بھی ثابت نہیں ہوتی۔ کہ مینے عقائد بدلے ہیں۔ اصل عقیدہ تو نبوت کا مسئلہ ہے اس میں مینے کبھی تبدیلی نہیں کی۔ حضرت صاحب کے وقت میں مینے اثبات کو اپنی تحریرات میں شائع کیا۔ چنانچہ آپنے میرے ایک ایسے ہی مضمون کی اپنے زمانہ ایڈیٹری ریویو آف ریلیجنز میں بہت کچھ تعریف بھی کی تھی۔ اور اسے حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کی دلیل بھی قرار دیا تھا۔ اسمہٗ احمد حضرت صاحب کے دعوائے نبوت کی دلائل میں سے ایک دلیل ہے۔ اگر ایک وقت مجھے کوئی دلیل معلوم نہ ہو۔ اور بعد میں معلوم ہو جائے۔ تو یہ تبدیلی نہیں کہلاتی۔ تبدیلی آپنے کی۔ جنھوں نے حضرت صاحب کی نبوت انبیاء کی سی تسلیم کر کے اور نبی آخر الزمان لکھ کر آج انکار کر دیا۔

آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ اس عقیدہ میں آپکے ساتھ متفق تھے۔ لیکن یہ بات سراسر غلط ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتداء جب قاضی سید امیر حسین صاحب نے اس مسئلہ پر زور دینا شروع کیا۔ تو حضرت کے درس میں اس پر بارہا بحث ہوئی تھی۔ اور آپ اسوقت تک اس مسئلہ کے قائل نہ تھے۔ لیکن بعد میں قائل ہو گئے۔ آپکے درس میں جانے والوں کو یہ سب بحثیں اور بعد میں حضرت مولوی صاحب کا اقرار معلوم ہے۔ مگر چونکہ آپ کو مولوی صاحب کے درس میں جانے کا بوجہ اس کے کہ آپ مولوی صاحب سے اکثر برسرِ پرخاش رہتے تھے تو کم ملا ہے۔ کیونکہ آپ کا خیال تھا کہ حضرت مولوی صاحب درس میں ذاتیات پر حملہ کرتے ہیں۔ اس لئے اگر آپ کو یہ بات معلوم نہ ہو۔ تو آپ شاید معذور بھی ہوں۔ لیکن اس کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے۔ اور وہ ان لوگوں کی گواہی ہے۔ جو آپکے درسوں میں شامل ہوتے رہے ہیں۔ اُن کی حلفیہ شہادتیں یہ ہیں:۔

(۱) واللہ باللہ ثم تاللہ مینے بارہا حضرت خلیفۃ المسیح سے سُنا ہے کہ حضرت مسیح نے یہ بشارت ومبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی دی ہے۔ اور آپ کا اصل نام احمد ہے۔ محمد سرور۔

(۲) بے شک خلیفۃ المسیح رحمۃ اللہ علیہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مراد لیتے تھے۔ قاضی امیر حسین۔

(۳) مجھے ایک دن یہ تمام سورہ صف بخصوصیت پڑھائی تھی جس میں احمد والی پیشگوئی کا مصداق حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود کو قرار دیا تھا۔ اور تمام آیتوں کو جو اس پیشگوئی کے بعد میں اسی زمانہ پر چسپان کیا تھا۔ اور میں بحیثیت آپ کا شاگرد ہونے کے یہ گواہی دیتا ہوں کہ آپ اس کا یہی مطلب بیان فرمایا کرتے تھے۔ حافظ روشن علی۔

(۴) مینے مختلف موقعوں پر حضرت خلیفۃ المسیح سے سُنا تھا کہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہٗ احمد والی پیشگوئی حضرت مرزا صاحب کے متعلق ہے۔ اور آپ کا اصل نام احمد ہے۔ غلام لفظ زائد ہے۔ میر محمد اسحٰق۔

(۵) مینے حضرت خلیفۃ المسیح علیہ الرحمۃ کو اثبات پر زور دیتے ہوئے اور قرآن کریم سے اثبات کو ثابت کرتے ہوئے اپنے کانوں سے سُنا ہے۔ محمد اسمٰعیل عفا اللہ عنہ۔ مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان۔

(۶) میں بھی اثبات پر گواہی دیتا ہوں۔ کہ حضرت خلیفۃ المسیح اول اس مذکورہ بالا پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود و مہدی مسعود کے متعلق بیان فرماتے تھے۔ مرزا برکت علی۔

(۷) واقعی یہ مضمون خلیفۃ المسیح اول نے بارہا سنایا کہ مسیح موعود کا نام احمدؐ قرآن کریم کی پیشگوئی کے مطابق ہے۔ مولوی غلام نبی غلام محمد۔

(۸) میں تصدیق کرتا ہوں کہ خلیفہ اولؓ کا یہی مذہب تھا۔ صوفی غلام محمد بی۔اے۔

(۹) حضرت خلیفہ اولؓ سے بارہا میرے کانوں نے سنا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا اصلی نام احمدؐ ہے۔ سید محمود عالم۔

اِن شہادتوں کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے اپنے ایک رسالے مبادی الصرف کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے کہ:۔

"احمد نام ہمارے اس امام کا ہے
جو قادیان سے ظاہر ہوا ہے"

یہ حضرت خلیفۃ المسیح اول کی شہادت ہے۔ احمد کے متعلق جو آپ لکھتے ہیں کہ۔ "بہر حال جو کچھ بھی ہوا اس سے بھی یہی معلوم ہوا۔ کہ خود آپ کا عقیدہ بھی پہلے یہی تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہی پیشگوئی اسمہ احمد کے مصداق ہیں۔ اور آپ کا اسم مبارک احمد ہے۔ پھر بعد میں آپنے بعض خیالات کی پیروی کی ہے۔ جن سے آپ کو یہ ثابت ہوا۔ کہ ایسا نہیں۔ انہی دلائل کو آپنے علماء و فضلاء کے سامنے پیش کرنے کا اعلان کیا تھا۔ اسلئے اب ان سے گریز کرنا گویا اپنے اعلان کی تردید کرنا ہے" (پیغام صلح ۱۷ نومبر ۱۹۱۶ء)۔ مولوی صاحب میں حیران ہوں کہ اس تحریر کو آپکے حافظہ کی خرابی کی طرف منسوب کروں یا دیدہ دانستہ دروغ بیانی قرار دوں؟ اگر آپکے اندر صداقت کی محبت ہے تو آپ اس دعوے کو میری تقریر سے نکالکر دکھائیں۔ اور اگر نہ دکھا سکیں۔ اور ہرگز نہ دکھا سکینگے۔ تو خدا کا خوف کریں۔ کیوں میری مخالفت میں اپنا ایمان ضائع کر رہے ہیں۔ آپ میری طرف منسوب کرتے ہیں۔ کہ گویا مینے یہ اعلان کیا ہے۔ کہ میں علماء و فضلاء کے سامنے وہ دلائل پیش کروں گا۔ جن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اس پیشگوئی کے مصداق نہیں۔ اور آپ کا نام احمد نہ تھا۔ علماء و فضلاء کے سامنے اپنے اس عقیدہ کو پیش کرنے کا ذکر میرے لیکچر میں صرف ایک دفعہ آیا ہے۔ جو انوار خلافت کے صفحہ ۱۸ پر درج ہے۔ اس کی عبارت پہلے بھی نقل کی جاچکی ہے۔ اب پھر نقل کرتا ہوں۔ مینے کہا تھا "میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے۔ اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی ہے۔ میں اس کے ثبوت میں اپنے پاس خدا کے فضل سے دلائل رکھتا ہوں۔ اور تمام دُنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے تیار ہوں"۔ اب دیکھئے اس عبارت میں یہ بتایا ہے کہ میں حضرت مسیح موعود کو اس پیشگوئی کا مصداق حقیقی ثابت کرنے کے لئے تیار ہوں۔ یا یہ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے مصداق ہونے اور آپ کا نام احمد ہونے کا عقیدہ جو مینے چھوڑا تو کن دلائل کی بناء پر چھوڑا تھا اسبات کو علماء و فضلاء کے سامنے بیان کرنیکو تیار ہوں۔ اس جگہ تو کسی عقیدہ کے چھوڑنے یا نہ چھوڑنے کا ذکر ہی نہیں۔ کجا یہ کہ اسکے دلائل بیان کرنے کا تذکرہ ہو۔ پھر دیکھئے اسی عبارت کے ساتھ دوسری عبارت اسبات کو اور بھی ظاہر کردیتی ہے۔ اسی کے آگے مینے اپنے مخالف کی یہ ذمہ داری لکھی ہے کہ "وہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے یہ بات ثابت کردے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا نہ کہ صفت۔ اور یہ کہ جو نشانات احمد کے قرآن کریم میں آئے ہیں وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر چسپاں ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ پیشگوئی اپنے اوپر چسپاں فرمائی ہے"۔ اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ آپکا نام احمد ہونے یا اس پیشگوئی کا مصداق ہونے کا ثبوت مینے فریق مخالف پر رکھا ہے۔ پس میری طرف سے اسکے دلائل کا رد ہوگا نہ کہ نفی کے دلائل اصول مناظرہ کے مطابق جب کسی فریق کا فرض کسی بات کا ثبوت دینا رکھا جائے۔ تو اس کے مخالف پر ان دلائل کا رد واجب ہوتا ہے نہ کہ دشمن کے ادعا کی نفی کا ثبوت۔ پس میری تحریر سے جو مطلب نکلتا ہے۔ اس کے بالکل الٹ آپنے میری طرف منسوب کردیا ہے۔ اور اس بناء پر مجھ پر گریز کا الزام لگاتے ہیں۔ مینے جو انعامی اعلان کیا ہے۔ اسپر اب تک قائم ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود کو اس پیشگوئی کا مصداق ثابت کرنیکے لئے تیار ہوں۔ چونکہ پیشگوئی کی دلالت مطابقی ایک ہی رسول کی خبر دیتی ہے۔ اس لئے میرے اس فقرہ کا بھی کہ حضرت مسیح موعود اسکے مصداق ہیں یہی مطلب ہے کہ آپ ہی مصداق ہیں۔ باقی رہی ظلیت یا دلالت مطابقی اسپر گفتگو اور بحث ہی نہیں۔ جب میری طرف سے یہ ثبوت دیا جائیگا کہ دلالت مطابقت کے لحاظ سے اس پیشگوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں تو خود ثابت ہوجائیگا کہ اور کوئی شخص دلالت مطابقہ کے لحاظ سے اس کا مصداق نہیں اور اگر آپ یہ ثابت کردینگے کہ دلالت مطابقت کے لحاظ سے رسول کریم صلعم اسکے مصداق ہیں تو یہ بھی ثابت ہوجائیگا کہ اس لحاظ سے اور کوئی اس کا مصداق نہیں گو ظلی طور پر آپکے عقیدہ کے مطابق ہو۔ اس میں خود نفی کا ثبوت بھی آجاتا ہے۔ باقی اگر آپ چاہیں کہ نفی کا ثبوت دیا جائے۔ تو نفی کا ثبوت عقلاء نے کبھی نہیں دیا۔ نفی کا ثبوت یہی ہوتا ہے کہ اثبات کے دعویٰ کو رد کردیا جائے یا اسکے مخالف دعویٰ کو ثابت کیا جائے اور یہ دونوں باتیں بحث میں موجود ہیں۔ آپکے دلائل کو رد کرنیکے لئے میں تیار ہوں۔ اور حضرت مسیح موعود کو اس کا مصداق ثابت کرنیکے لئے آمادہ ہوں۔ اس کا نہ پہلے کبھی انکار کیا۔ اور نہ اب انکار کرتا ہوں۔ شاید آپ کہیں کہ اسبات کا ثبوت طلب کرنے سے کہ رسول کریم اس پیشگوئی کے مصداق نہیں ہیں میرا منشاء یہی ہے کہ یہ ثابت کردیا جائے کہ حضرت مسیح موعود ہی اس کے مصداق ہیں لیکن آپکا ایسا کہنا درست نہ ہوگا۔ کیونکہ آپنے ان دونوں باتوں کو الگ الگ بیان کیا ہے۔ جیساکہ آپ لکھتے ہیں "آپکے ذمہ یہ ثابت کرنا ہے کہ

اول پیشگوئی مندرجہ آیۃ کریمہ مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد آنحضرت کے حق سے پوری نہیں ہوئی۔ دوم حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد نہ تھا ان دونوں باتوں کا بار ثبوت آپکے ذمہ ہے۔ جب تک یہ ثابت نہ کرلیں اس وقت تک آپ اسبات کا ثبوت پیش نہیں کرسکتے کہ یہ پیشگوئی مسیح موعود کے لئے ہے۔ اور اور کوئی اس کا مصداق ہو سکتا ہی نہیں۔ جیساکہ انوار خلافت میں آپکا دعوےٰ موجود ہے" انوار خلافت میں میرا جو دعوےٰ موجود ہے۔ وہ تو کئی جگہ پر لکھا جاچکا ہے اسپر بحث کی یہاں ضرورت نہیں مگر آپکی اس تحریر سے یہ بات ثابت ہے کہ آپنے حضرت مسیح موعود کو ہی مصداق اس پیشگوئی کا ثابت کرنا کافی نہیں سمجھا۔ بلکہ اس کے علاوہ رسول کریم کے مصداق نہ ہونے کے اور آپ کا نام احمد نہ ہونے کے بھی دلائل طلب کئے ہیں۔ جو بالبداہت خلاف عقل ہے۔

آپنے یہ بھی شکایت کی ہے کہ مینے آپکے ذمہ اسبات کا ثبوت رکھا، کہ احمد رسول کریم کا نام تھا نہ کہ صفت۔ اور یہ درست نہیں کیونکہ آپ تو صفت مانتے ہیں پھر صفت کی نفی کیونکر ثابت کرسکتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ میری عبارت کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ آپ یہ ثابت کریں کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صفت احمد نہ تھی بلکہ یہ مطلب ہے کہ آپ ثابت کریں کہ اگر احمد کا لفظ آپ کی نسبت استعمال ہوا ہے تو بوجہ آپکا نام ہونے کے استعمال ہوا ہے نہ بوجہ آپکی صفت ہونیکے۔ ورنہ میں آپ سے ہرگز یہ مطالبہ نہیں کرتا کہ آپ یہ ثابت کریں کہ احمد آپ کی صفت نہ تھی۔ زیر نظر تو وہ احادیث ہیں جنمیں احمد کا لفظ آیا ہے۔ اور انہی کو دیکھنا ہے کہ انمیں احمد بلحاظ نام استعمال ہوا ہے یا بلحاظ صفت کے۔ اگر بلحاظ نام کے استعمال ہوا ہے تو خود ہی ثابت ہوگیا کہ بطور صفت استعمال نہیں ہوا کہ صفت کے الفاظ مطابق قواعد زبان اُردو بطور نام کے استعمال ہوتے ہیں ورنہ اگر کسی حدیث میں بھی آنحضرت کے لئے لفظ احمد استعمال نہ ہوا ہو۔ تب بھی آپکے احمد ہونے میں ایک ذرہ بھر بھی شک کی گنجائش نہیں۔

پھر آپ شکایت کرتے ہیں کہ میں آپکے ذمہ وہ باتیں ڈالتا ہوں جنکی ضرورت نہیں گو آپ ان کا بھی ثبوت دے سکتے ہیں۔ مگر یہ شکایت آپ کی بیجا ہیں کیونکہ ضرورت ہو یا نہ ہو انعام کے اعلان میں انکو بطور شرائط کے بیان کیا گیا ہے۔ پس اگر آپ انعامی چیلنج کو منظور کرتے ہیں تو آپ کو ان باتوں کا ثبوت دینا بھی اپنے ذمہ لینا ہوگا اور جبکہ آپ جیساکہ آپنے خود تحریر فرمایا ہے ان باتوں کو بھی ثابت کرسکتے ہیں تو پھر اسقدر گھبراہٹ کیوں ہے۔ مینے ایک انعام مقرر کیا ہے۔ اور جن باتوں کے ثابت کرنے پر انعام مقرر کیا ہے وہ آپکے نزدیک ثابت ہوسکتی ہیں۔ پس جبکہ آپ میرا چیلنج منظور کرتے ہیں تو ان شرائط کو بھی منظور کرنا ہوگا۔ باقی رہا یہ سوال کہ مینے اپنے ذمہ کم باتیں رکھی ہیں۔ اور دوسرے کے ذمہ زیادہ تو یہ بھی درست نہیں۔ مینے اپنے ذمہ ان دو باتوں کا ثبوت رکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا۔ اور یہ کہ آپ ہی اس پیشگوئی کے مصداق تھے جیساکہ انوار خلافت سے ظاہر ہے۔ خواہ آپکے نزدیک وہ دلائل درست نہ ہی ہوں۔ پھر بھی مینے دلائل قرآن کریم سے ہی دئے ہیں۔ اور اس بحث کے متعلق بھی میں یہ شرط جس طرح آپکے لئے لگاتا ہوں اپنے لئے بھی لگاتا ہوں کہ طرفین کے دلائل کی بنیاد قرآن کریم اور احادیث صحیحہ پر ہونی ضروری ہے۔

غرض مینے اپنے ذمہ دو باتوں کا ثبوت رکھا ہے۔ اور اپنے مخالف کے ذمہ بھی دو ہی باتوں کا ثبوت رکھا ہے۔ اول یہ کہ وہ یہ ثابت کرے۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا نام احمد تھا۔ دوم یہ کہ آپ قرآن کریم و احادیث کے منشاء کے مطابق اس پیشگوئی کے مصداق تھے یہ بات بالکل چھوٹی سی ہے۔ اور اس کے شرائط میں داخل کرنے کی وجہ میں بیان کرچکا ہوں صرف ایک حدیث کا پیش کردینا ہے کوئی لمبی تحقیقات یا استنباطات کی اس میں ضرورت نہیں۔ صرف ایک یا دو سطر کی حدیث لکھ دینے سے آپ پر کوئی زائد بوجھ نہیں پڑ جاتا۔ اور آپ تو خود تسلیم کرتے ہیں کہ آپ خدا کے فضل سے وہ باتیں بھی دکھا دینگے جو میں چاہتا ہوں۔ پس پھر اسقدر انکار کیوں ہے۔ آخر یہ بھی تو آپ کو (دیکھو ص ۱۱)

خیال کرنا چاہئے کہ انعام رکھنے والا میں ہوں نہ کہ آپ۔ انعام کے رکھنے والے کا تو یہ بھی حق ہے کہ وہ اپنے آپ پر کوئی بارِ ثبوت ہی نہ رکھے بلکہ کہدے کہ میں فلاں فلاں امر ثابت کرنے والے کو اس اس قدر انعام دوں گا اور اگر آپ اس شرط کو ایک بوجھ ہی سمجھتے ہیں تو صاف صاف لکھدیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو اپنے اوپر چسپاں نہیں فرمایا اور میں وعدہ کرتا ہوں کہ آپکے اس اعلان پر میں اس شرط کو جو ابتداءً انعام کے حصول کے لئے لازمی قرار دیگئی تھی۔ شرائط میں سے نکالدونگا اور پھر آپ کے ذمہ دو ہی باتوں کا ثابت کرنا رہجائیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد ہونے کے متعلق جو آپنے ہر قسم کی تاریخی شہادت قبول کئے جانیکا ذکر فرمایا ہے اسکے متعلق میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب نام کا سوال آئیگا تو پھر جن جن دلائل سے کسی کا کوئی نام ثابت ہو سکے انکو بیان کرنا ہوگا اور ان دلائل کا بیان کرنا قرآن وحدیث کے اندر ہی آجاتا ہے کیونکہ یہ بات تو قرآن کریم نے ہی بتائی ہے کہ اسکا نام احمد ہوگا۔ پس نام کے ثبوت کے لئے جو معتبر ثبوت مل سکیں انکا پیش کرنا جائز ہوگا۔ قرآن وحدیث سے ثبوت پیش کرنے کے یہ معنے تو ہرگز نہیں ہو سکتے کہ آیات کا مطلب بیان کرنیمیں لغت بھی قرآن کریم سے ہی حل کی جائے اور ضروری قواعد صرف ونحو بھی اسی سے اخذ کئے جائیں اسکا تو صرف یہ مطلب ہے کہ وہ دلائل ہوں جو قرآن کریم دیتا ہے اور اگر قرآن کریم کی کسی بیان کردہ علامت کا مطلب کسی اور علم کے ساتھ وابستہ ہے تو پھر اس علم سے فائدہ اٹھانا جائز نہ ہوگا ہاں اس پیشگوئی کی تعیین کے متعلق دلائل من گھڑت یا قرآن و حدیث سے باہر نہ ہوں۔ دوسرے تاریخی ثبوت کو ایسا عام بھی نہیں کیا جاسکتا کہ جس قسم کا بھی تاریخی ثبوت ہو اسے قبول کیا جائے۔ وہی تاریخی ثبوت سمجھا جائیگا جو اس لائق ہوگا کہ قبول کیا جائے تاریخوں کی ہر بات تو درست نہیں ہوتی اگر احادیث جرح وتعدیل کے بغیر قابل قبول نہیں تو تاریخ کسطرح قابل قبول ہو سکتی ہے احادیث جس یقینی ذریعہ سے ہم تک پہنچی ہے اس سے بہت ہی کم معتبر ذریعہ سے تاریخ ہم تک پہنچی ہے پس آئیں بھی جو بات قابل وثوق ذرائع سے معلوم ہو وہی قابل قبول ہے ورنہ نہیں خصوصاً ایسے مسائل میں جنکا اثر دین پر پڑتا ہے کیونکہ دوسرے مسائل میں تو ہم چشم پوشی سے بھی کام لے سکتے ہیں لیکن دین کے متعلق احتیاط ضروری ہے۔

آپنے مجھ پر یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ میں جلسہ پبلک ہونیسے کیوں منکر ہوں حالانکہ پہلے مینے اسے پبلک ہونے کو منظور کیا تھا۔ لیکن آپ کی یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ اگر آپ کی پبلک جلسہ سے یہ مراد ہے کہ جو چاہے آئے تو اس بات کا اعلان مینے کبھی نہیں کیا میری تقریر کے الفاظ جیسا کہ آپنے اپنے مضمون میں نقل کئے ہیں یہ ہیں کہ "تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنیکے لئے تیار ہوں" ان الفاظ سے ایسے پبلک جلسہ کا کہاں ثبوت ملتا ہے ان الفاظ میں تو خاص طور پر ایک جماعت کا ذکر کیا گیا ہے کہ میں اسکے سامنے اپنے دلائل پیش کرنیکے لئے تیار ہوں مینے یہ نہیں کہا کہ "دنیا کے تمام لوگوں کے سامنے اپنے دلائل بیان کرنیکے لئے تیار ہوں" بلکہ یہ کہا ہے کہ "تمام دنیا کے عالموں اور فاضلوں کے سامنے بیان کرنے کیلئے تیار ہوں" پس جلسہ پبلک کہاں ہوا ہاں آپکے اور اپنے ساتھیوں کے فائدہ کے لئے تین تین سو ٹکٹ رکھے ہیں کہ ہماری جماعت کے لوگ بھی جو ایک ایک سرکردہ کے ماتحت ہونگے۔ اور انسے فساد کا خطرہ نہ ہوگا مباحثہ سے فائدہ اٹھالیں باقی رہے علماء سو وہ جسقدر بھی آجائیں میں اپنے قول کے مطابق پابند ہوں کہ انکو جلسہ گاہ میں آنیکی اجازت دوں ہاں اگر آپ یہ کہیں کہ جسقدر علماء وفضلاء دنیا میں ہیں اسقدر تعداد کے لوگوں کو آنیکی اجازت ہونی چاہیئے تو یہ بات مینے کسی جگہ بیان نہیں کی میری تقریر کے الفاظ صاف ہیں کہ "تمام دنیا کے علماء وفضلاء کے سامنے" نہ یہ کہ تمام دنیا کے علماء وفضلاء کے برابر اشخاص کے سامنے پس آپ میرے قول پر مجھے بیشک پکڑیں لیکن ایجاد کر کے میری طرف نئے مطالب منسوب کریں۔ ہاں اگر سب دنیا میں علماء وفضلاء ہی ہوتے تب آپ بیشک مجھے مجبور کرسکتے تھے کہ مینے تو سب دنیا کے علماء وفضلاء کے سامنے اپنے دلائل بیان کرنیکا اعلان کیا ہے پس چونکہ سب دنیا میں علماء وفضلاء ہی کی آبادی ہے اسلئے سب لوگوں کو جلسہ میں آنیکی اجازت ہونی چاہیئے۔ لیکن یہ دعویٰ تو آپ کسی طرح بھی نہیں کرسکتے کیونکہ آپ کے ساتھیوں کی طرف سے کم سے کم مجھ سے بیعت کرنیوالوں کو تو جہلاء کا خطاب ضرور ملتا رہا ہے پس جلسہ کے پبلک ہونیکا نہ پہلے اعلان کیا گیا تھا نہ اب اس سے گریز کیا جاتا ہے بلکہ تین تین سو آدمیوں کو اصل اعلان کے علاوہ اجازت دیدی گئی ہے پبلک جلسہ کا تو میرے دل میں بھی کبھی خیال نہیں گذرا۔

اب یہ سوال رہجاتا ہے کہ علماء وفضلاء کی تعیین کسطرح ہوگی۔ سو میرے نزدیک اسکی تعیین اسطرح ہو سکتی ہے کہ ان تین تین سو آدمیوں کے علاوہ جنکا داخلہ ٹکٹوں کے ذریعہ سے ہوگا جو شخص بھی مولوی عالم یا مولوی فاضل یا منشی عالم و منشی فاضل کا امتحان پاس ہو۔ یا کسی باقاعدہ عربی مدرسہ کا فارغ التحصیل سند یافتہ ہو۔ یا کسی مدرسہ انگریزی یا ورنیکلر میں فارسی یا عربی کا مدرس ہو یا رہ چکا ہو۔ یا کسی باقاعدہ عربی مدرسہ کا عربی مدرس ہو یا رہ چکا ہو۔ تو اسکو جلسہ گاہ میں بغیر کسی ٹکٹ یا بندش کے آنیکی اجازت ہوگی اگر اس تقسیم کے علاوہ بھی بعض علماء آپکے نزدیک باقی رہجائینگے جنکو میرے اقرار کے مطابق اندر آنیکی اجازت ہونی چاہیئے تو میں یہ شرط بھی زیادہ کر دیتا ہوں کہ اسوقت جس شخص کی نسبت آپ تصدیق کر دیں کہ یہ شخص علماء وفضلا کے گروہ میں شامل ہے اسے اندر آنیکی اجازت دیدیجائیگی

اخراجات کے متعلق آپ لکھتے ہیں کہ میرے ذمہ ہونے چاہئیں لیکن یہ آپکا مطالبہ بھی درست نہیں کیونکہ آپکی طرف سے اصرار کیا جارہا ہے کہ جلسہ کسی باہر کے شہر میں ہونا چاہیئے میں چیلنج دینے والا اور انعام مقرر کرنیوالا ہوں اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ کل اخراجات انعام لینے والے پر ہوتے ہیں گو اسکا کوئی ثبوت آپ نہیں پیش کرسکے تب بھی اخراجات اسی وقت مجھپر پڑسکتے ہیں جبکہ اس شہر میں جلسہ ہو جہاں کا میں باشندہ ہوں کیونکہ انعام مقرر کرنیوالا جہاں کا باشندہ ہو انعام لینے والوں کو وہیں جا کر اسکی شرائط کو پورا کرنا چاہیئے یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ انعام بھی مقرر کرے اور پھر ساری دنیا میں جہاں جہاں لوگ اسے بلائیں چکر بھی لگاتا پھرے

لیکن چونکہ قادیان میں جلسہ کرنا آپکو منظور نہیں اسلئے کسی اور شہر میں جلسہ ہونیکی صورت میں اخراجات کا ذمہ دار میں نہیں۔ وہ آپ پر پڑنے چاہئیں لیکن بطور رعایت نصف اخراجات میں بھی اپنے ذمہ لے لیتا ہوں۔

مقام جلسہ کے متعلق آپ دہلی کی تعیین پر پھر زور دیتے ہیں لیکن میرے نزدیک اسقدر دور اخراجات کثیرہ برداشت کر کے بلا کسی خاص وجہ کے جانا فضول ہے امرتسر بھی ویسا ہی کفایت کر سکتا ہے جیسے دہلی خود شہر دہلی میں علماء و فضلاء کی کوئی خاص جماعت نہیں آپ بھی اسے اسلئے پسند کرتے ہیں کہ وہاں پنجاب و ہندوستان کے علماء و فضلاء آسانی سے جمع ہو سکتے ہیں۔ لیکن میرا یہ خیال ہے کہ ہو سکنے اور ہونے میں بہت فرق ہے سوال یہ ہے کہ آیا ہندوستان و پنجاب کے علماء و فضلاء وہاں جمع ہونگے بھی یا نہیں میرے نزدیک علماء و فضلاء کہلانیوالے طبقہ کی موجودہ حالت یہ امید نہیں دلواتی۔ لیکن بہرحال میں وعدہ کرتا ہوں کہ اگر سو بیرونی عالم و فاضل جلسہ میں شامل ہونے پر آمادگی ظاہر کرے تو دہلی ہی مقام بحث مقرر کیا جائے آپ اعلان کر کے دیکھیں کہ کتنے عالم و فاضل دیگر شہروں سے اس جلسہ کی کارروائی سننے کے لئے دہلی جانے کا اقرار کرتے ہیں اور اگر سو عالم و فاضل بھی اسمیں حصہ لینے کیلئے سفر کی تکلیف برداشت نہیں کرینگے تو اسقدر صرف کثیر کر کے دہلی جانا اور وہاں جلسہ کا انعقاد کرنا میں اسراف خیال کرتا ہوں اسصورت میں امرتسر ہی مقام بحث کے لئے موزوں ہے جو لاہور اور قادیان کے وسط میں ہے اور جہاں احمدی جماعت کے لوگ جو زیادہ تر پنجاب میں ہی ہیں آسانی سے پہنچ سکتے ہیں۔

انعام و تاوان کے متعلق آپکی تجویز پر میں نے لکھا تھا کہ تاوان میری حیثیت کے مطابق ہو سکتا ہے سو میں پانچسو روپیہ نقد تک جمع کرا سکتا ہوں یا پانچ ہزار روپیہ کی جائداد مقرر کر سکتا ہوں لیکن تازہ مضمون میں پھر آپ نے وہی پہلی بات دہرا دی ہے کہ سوا سوا پیسہ فی مرید بھی کیا جمع نہیں ہو سکتا اور بڑی مہربانی کر کے یہ تجویز بھی منظور کر لی ہے کہ جسقدر روپیہ اسطرح جمع کرنے پر خرچ ہو وہ بھی اسی دس ہزار میں سے کاٹ لیا جائے یہ آپکی بڑی مہربانی ہے لیکن سوال تو یہ ہے کہ آپکو اس بات کا اختیار کس نے دیا ہے کہ آپ انعام کے روپیہ کے جمع کرنیکی تدبیر بھی خود ہی بتا دیں۔ انعام مقرر کرنے والا میں ہوں آپ نہیں پس یہ کام میرا ہے کہ میں روپیہ جمع کر کے دوں یا اپنے پاس سے دوں معلوم ہوتا ہے غیظ و غضب میں آپکو بہت سی باتیں بھول جاتی ہیں آپ نے جس چیلنج کو منظور کیا ہے اسکے الفاظ کو اگر آپ ایکدفعہ پھر پڑھ لیں۔ تو آپکو معلوم ہو جائے کہ انعام کا اعلان میں نے اپنی طرف سے کیا ہے نہ کہ جماعت کیطرف سے میرے اعلان کے یہ الفاظ ہیں "حتی کہ میں انعام دینے کے لئے بھی تیار ہوں" اسی طرح یہ کہ "تو میں ایسے شخص کو ایک مقرر تاوان جو فریقین کو منظور ہو دینے کے لئے تیار ہوں" ان الفاظ کو دیکھیں میں نے انعام کا تقرر بھی اپنی طرف سے کیا ہے اور اسکی ادائیگی کو بھی اپنے ذمہ لیا ہے نہ انعام جماعت کیطرف سے مقرر کیا ہے نہ ادائیگی انکے ذمہ رکھی ہے پھر اس شرط کے کیا معنے کہ ساری جماعت کی طرف سے انعام مقرر ہو اور سب اسکی ادائیگی کریں کیا آپ اپنی شان ایسی ارفع سمجھتے ہیں کہ اگر کوئی جماعت انعام مقرر نہ کرے تو آپ بحث ہی نہیں کر سکتے یا حق طلبی کی بجائے زر طلبی آپکی سرشت میں داخل ہے کہ اگر دس ہزار روپیہ میں نہیں دے سکتا تو آپ جماعت کو شامل کرنا چاہتے ہیں تاکہ کسی طرح دس ہزار روپیہ آپکو مل جائے تا آپکی قیمت دس ہزار سے کم نہ پڑے یہ الگ بات ہے کہ آپ وہ روپیہ انجمن کو دینے کا اعلان کرتے ہیں لیکن جاننے والے جانتے ہیں کہ آپکی یہ سخاوت اسی بنا پر ہے کہ آپکو انعام جیتنے کی امید ہی نہیں کیونکہ گھبرا گھبرا کر شرط پر شرط لگاتے چلے جاتے ہیں تاکہ کسی طرح یہ موت کا پیالہ مجھ سے ٹل جائے میں نے تو ایک انعام کا اعلان کیا ہے اور جن باتوں پر کیا ہے انہی کے ثابت کرنے پر اب بھی انعام دینے کے لئے تیار ہوں کوئی زائد شرط نہیں لگاتا لیکن آپ ہیں کہ کبھی تمام جماعت سے سوا سوا پیسہ جمع کرنیکا اعلان کرتے ہیں کبھی بیس ہزار آدمیوں کے تصدیقی دستخط کرانیکا اعلان کرتے ہیں جو میرے ہم عقیدہ ہوں۔ حالانکہ یہاں احمدی جماعت کی مردم شماری یا میرے ہم عقیدہ لوگوں کی تعداد کا سوال نہیں یہاں تو ایک علمی مسئلہ کی بحث کا سوال ہے کسی کو کیا ضرورت ہے کہ وہ سوا سوا پیسہ تمام پنجاب و ہندوستان میں پھر کر آپکے لئے جمع کرتا پھرے اس طرح روپیہ جمع کرنے سے اصل بحث کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے مومن کا کام لغو سے اجتناب ہے۔ کوئی مومن اسکام کو آپکی اس بیہودہ خواہش کے اختیار کرنیکے لئے کیوں اور کس غرض کے لئے اختیار کریگا احمدیہ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے مختلف ممالک میں پھیلی ہوئی ہے ہمارے پاس حکومت نہیں حکومتیں بھی مردم شماری کے لئے بڑے بڑے انتظام کر کے پوری مردم شماری نہیں کر سکتیں اور نقص رہجاتا ہے احمدیوں میں سے ایک بڑی تعداد ایسی بھی ہے جنہوں نے بیعت کر کے پھر قادیان کی آمد و رفت یا خط و کتابت کا سلسلہ جاری نہیں کیا پہلے ایک باقاعدہ مردم شماری کیجائے پھر ان سے خط و کتابت کر کے سوا سوا پیسہ جمع کیا جائے اس سے زیادہ لغو فعل اور کیا ہو سکتا ہے اسطرح دس ہزار جمع کرنے پر تو دس ہزار روپیہ سے بھی زیادہ خرچ ہو جاتا ہے کیونکہ ہماری جماعت کا کثیر حصہ تو ایک ایک دو دو کر کے مختلف ممالک میں پھیلا ہوا ہے سوا پیسہ کے لئے پیسہ پیسہ کا کارڈ لکھا جائے پھر سینکڑوں ہزاروں جگہ سے سوا پیسہ کم سے کم دو پیسہ کے لفافہ میں قادیان پہنچے پھر سب لوگوں کے پتہ تو معلوم نہیں۔ بیسیوں آدمی تمام ہندوستان و پنجاب و افغانستان میں چکر لگا کر احمدیوں کو تلاش کریں اور ان سے سوا سوا پیسہ وصول کر کے لائیں اس تمام کوشش پر تو دس ہزار کا پانچ گنا روپیہ خرچ ہو جائیگا اب تو جماعت میں تفرقہ پڑ گیا ہے آپ تو اسوقت جماعت کے سیکرٹری رہ چکے ہیں جبکہ جماعت بالکل متحد تھی اور اسوقت آپ بھی اس بات کے مدعی تھے کہ جماعت کی تعداد پانچ لاکھ ہے پھر کیا آپ نے بورڈنگ کی عمارت کیلئے جب چندہ کی تحریک کی تھی اور ہر ایک احمدی پر اسکی ایکماہ کی آمدنی کا دینا مقرر کیا تھا تو کل پانچ لاکھ آدمیوں کی جماعت میں سے کسقدر چندہ وصول کیا تھا اگر زیادہ سے زیادہ اسکی تعداد چالیس ہزار روپیہ مان لیجائے اور یہ فرض کر لیا جائے کہ ہر ایک احمدی کیساتھ چار آدمی کھانیوالے ہیں اور اسطرح ایک لاکھ کمانیوالے آدمی سمجھے جائیں۔ اور انمیں سے نصف کی نسبت سمجھ لیں کہ انہوں نے چندہ نہیں دیا تو باقی پچاس ہزار کی آمدنی فی کس بارہ آنہ ہے جسمیں پانچ آدمی گذارہ کرتے ہیں پس اگر ساری جماعت کی ماہوار آمدنی جمع کرنیکی کوشش کر کے آپ تیس چالیس ہزار روپیہ سے زائد وصول نہ کر سکے تو سوا پیسہ فی کس کے حساب سے دس ہزار وصول کرنا کوئی آسان بات ہے آپکی کوشش کا جو نتیجہ نکلا اس حساب سے تو اگر دس روپیہ اوسط آمدنی فی احمدی رکھی جائے تو ایک لاکھ کمانیوالوں سے آپکو دس لاکھ روپیہ وصول ہونا چاہئے تھا مگر وصول تو اسکا بیسواں حصہ بھی نہ ہوا نہ اسلئے کہ احمدیوں نے اپنی ماہوار آمدنی نہیں دی بلکہ اسلئے کہ بہت کم لوگوں نے چندہ دیا۔ اور اسلئے کہ ہر ایک احمدی کو اس تجویز سے واقف کرنا کوئی آسان کام نہ تھا پھر جب آپکا یہ تجربہ ہے تو ہم سے آپ کس وجہ سے یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ سوا پیسہ فی احمدی وصول کر کے دس ہزار روپیہ انعام مقرر کر دو آپکو انعام دینے کیلئے جو اسقدر وسیع مردم شماری کیجائے حالانکہ ہمارے پاس اسقدر سامان بھی نہیں تو اسکی وجہ کیا ہے۔ نہ اسکام میں کوئی دینی فائدہ ہے اور نہ دنیاوی سوائے اسکے کہ آپکی ایک طفلانہ خواہش کو پورا کیا جائے اور اس بات کا کیا محرک ہو سکتا ہے دس ہزار روپیہ جمع کرنے کیلئے

جو کہ اس ہزار روپیہ خرچ کیا جائے تو کس لئے آپنے تو بیشک یہ کہدیا کہ دس ہزار روپیہ جو جمع ہوگا اسمیں سے خرچ شدہ روپیہ کاٹ لینا لیکن سوال یہ ہے کہ کاٹیں تو ہم تب کہ آپکا انعام جیت لینا یقینی ہو ہمارے نزدیک تو آپکا ہارنا یقینی ہے پھر ہم کاٹیں کس روپیہ میں سے آپکی طفلانہ خواہش کے پورا کرنے کیلئے جو روپیہ خرچ کریں اسے اپنے ہی روپیہ میں سے کاٹ لیں یہ کونسی عقلمندی ہے اگر آپ انعام نہ دے سکے تو پھر اس نقصان کا ازالہ کس طرح ہوگا۔ اگر اس طرح سوا سوا پیسہ کر کے دس ہزار روپیہ جمع کرنے پر قلیل ترین اندازہ پانچہزار روپیہ کا بھی لگائیں (کیونکہ مختلف بلاد کے احمدیوں کی مردم شماری اور سوا پیسہ کی وصولی پر یقیناً اس سے زیادہ روپیہ لگیگا) تو آپکے ہار جانے کی صورت میں ہمیں یہ روپیہ کہاں سے ملیگا اگر آپ کہیں کہ میں دیدونگا تو جس طرح آپ ہم سے پیشگی روپیہ طلب کرتے ہیں ہم بھی آپ سے مطالبہ کرنیکا حق رکھتے ہیں کہ آپ پانچہزار روپیہ کسی بینک میں جمع کرا دیں اور جس طرح آپنے شرط لگائی ہے ہماری طرف سے بھی یہ شرط ہے کہ یہ رقم سوا پیسہ فی کس کے حساب سے غیر مبائع احمدیوں سے وصول کرنی ہوگی آپکو اپنے پاس سے یا اپنے بعض دوستوں کی مدد سے اس رقم کے جمع کرنیکا اختیار نہ ہوگا اور یہ رقم جمع کرنا آپکے لئے بالکل مشکل نہیں کیونکہ آپکی طرف سے یہ اعلان شائع ہو چکا ہے کہ "کیوں وہ بات جو خلیفہ اول کے لئے جائز نہ تھی حالانکہ ساری قوم ان کے ہاتھ پر بیعت کر چکی تھی آج ایک ایسے خلیفہ کے لئے جائز ہو گئی جس کو ابھی بمشکل قوم کے بیسویں حصے نے خلیفہ تسلیم کیا ہے" پیغام صلح ۵ رمئی ۱۹۱۴ء۔ اس اعلان پر علاوہ آپکے دوسرے دوستوں کے آپکے دستخط بھی ثبت ہیں پس آپکے نزدیک تو قوم کا بیسواں حصہ بھی بمشکل میرے ساتھ ہے پس جب میرے لئے دسہزار روپیہ سوا پیسہ فی کس کے حساب سے جمع کرنا مشکل نہیں تو آپکے لئے پانچہزار روپیہ اسطرح جمع کرنا بالکل آسان ہے اور اگر آپ کہیں کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں اسطرح روپیہ جمع کروں تو میرا بھی یہی جواب ہے کہ مجھے کیا ضرورت ہے کہ انعام بھی مقرر کروں اور روپیہ بھی جمع کروں اگر آپ کہیں کہ اس ذریعہ سے آپکی جماعت کی مردم شماری ہو جائیگی تو میں کہتا ہوں کہ اس ذریعہ سے آپکی جماعت کی بھی مردم شماری ہو جائیگی اور پتہ لگ جائیگا کہ کسقدر احمدی آپکے ساتھ ہیں۔

یہ میری شرائط آپکی شرائط کے مقابلہ میں ہیں۔ ورنہ میرا اصل چیلنج اسی طرح موجود ہے اور اگر آپ اپنے لئے مفر کے سب دروازہ بند دیکھکر پھر میرے چیلنج کو منظور کرنے پر آمادہ ہوں تو میں بھی اسی طرح آپکو انعام دینے کیلئے آمادہ ہوں۔ پانچسو روپیہ نقد جمع کرا سکتا ہوں۔ یا پانچہزار روپیہ کی جائداد کے متعلق تحریر لکھکر دے سکتا ہوں اور آپنے جو پیغام صلح والے تاوان کا ذکر کیا ہے وہ موجودہ صورت میں قابل سند نہیں کیونکہ اسمیں اول تو پہلے جمع کرنیکی شرط نہیں۔ اگر آپ بھی یہ شرط مٹا دیں تو میں دسہزار روپیہ رکھنے کیلئے تیار ہوں دوسرے وہ معاہدہ ایک جماعت کا ایک جماعت کے ساتھ تھا۔ اور اسمیں ہر فرد کے ذمہ ایک کام سپرد تھا جسکے پورا نہ کرنے کی وجہ سے ایک تاوان مقرر کیا گیا تھا۔ لیکن موجودہ بحث بالکل مختلف ہے یہاں ایک شخص انعام مقرر کرتا ہے اور ایک شخص اسکا جواب دیتا ہے جماعت کا جماعت کیساتھ معاہدہ نہیں جماعت کے ہر ایک فرد پر کوئی ذمہ داری نہیں مقرر کیجاتی پھر دونوں باتوں کا آپس میں کیا نسبت ہے

آپنے اسیات سے ڈر کر کہیں مباحثہ ہو ہی نہ جائے اپنے ایک بعد کے اعلان میں یہ شرط بھی شائع کی ہے کہ میں بیس ہزار احمدیوں کے حلفیہ بیان میں پہلے شائع کردوں کہ وہ میرے ساتھ اس عقیدہ میں متفق ہیں تب مباحثہ ہو سکتا ہے تا کہ یہ تو معلوم ہو کہ کم سے کم چار فیصدی احمدی میرے ساتھ ہیں بیس ہزار آدمی سے آپکی مراد ضرور بالغوں سے ہوگی کیونکہ نابالغوں کی شہادت کیا اثر رکھ سکتی ہے اس شرط کے مقابلہ میں بھی ایک میری شرط ہے وہ یہ کہ مینے تو دعویٰ نہیں کیا کہ اسمہ احمد والی پیشگوئی میں سب احمدی یا انکی کثیر التعداد میرے ساتھ ہے اور نہ میں ایسا کر سکتا ہوں کیونکہ یہ بات عقاید میں سے نہیں ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ عام طور پر احمدیوں کے اس بارہ میں کیا خیالات ہیں حضرت صاحب کی صداقت کے دلائل میں سے ایک دلیل ہے اور دلائل میں اختلاف ہونا تعجبات میں سے نہیں ہوتا بعض ایک دلیل کو تسلیم کرتے ہیں بعض تسلیم نہیں کرتے اور جبکہ یہ مسئلہ اس طرح عام ابھی تک نہیں ہوا ہے اسلئے ضرور ہے کہ لوگ ہر قسم کے دلائل پر غور کر کے ہی ایک رائے قائم کریں لیکن چونکہ آپکو احمدیوں کی رائے اس معاملہ میں معلوم کرنیکا شوق ہے

اسلئے میں آپکے ذمہ بھی یہ بات رکھتا ہوں کہ آپ بھی بیس ہزار بالغ احمدیوں کی حلفیہ شہادت شائع کرادیں کہ وہ اس مسئلہ میں آپکے ہمخیال ہیں اور اگر کہیں کہ میرے مبائعین آپکو شہادت لکھکر نہ دینگے تو چلئے دسہزار غیر مبائعین کی حلفیہ شہادت شائع کرادیں کہ وہ اس مسئلہ میں آپکے ساتھ ہیں تا مجھے بھی یہ معلوم ہو جائے کہ کسقدر لوگ آپ کے ہمخیال ہیں اسی طرح چونکہ آپنے دعویٰ کیا ہے کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک احمد ہونا اور آپکا اس پیشگوئی کا مصداق ہونا ساری امت میں بلا استثنا فرد واحد کے مسلم ہے" پیغام صلح ۱۹ نومبر ۱۹۱۶ء۔ اسلئے میرا حق تو بدرجہ اولیٰ ہے کہ اگرچہ جو لوگ فوت ہو چکے ہیں ان کی گواہی نہیں لیجا سکتی تو جو اسوقت امت محمد صلعم کہلانے والے لوگ ہیں اور جنکی تعداد دیڑھ کروڑ بیان کی جاتی ہے ان میں سے کم سے کم چار فیصدی بالغ مرد و عورت کی گواہی کا آپ سے مطالبہ کروں۔ آپ بھی ایک کروڑ بہاٹھ لاکھ آدمی کی گواہی حلفیہ شائع کرائیں کہ وہ آپکے ہم عقیدہ ہیں اور میں اس شرط کو بھی جانے دیتا ہوں آپ ایک فیصدی مسلمانوں کی گواہی یہ دلوا دیں کہ ان کو قرآن کریم کی سورہ صف والی پیشگوئی کا علم تھا جب چالیس لاکھ آدمیوں کی اس مضمون کی گواہی آپ دلوا دینگے تب میں بھی آپکے مطالبہ کے مطابق چار فیصدی احمدی کی حلفیہ شہادت اس عقیدہ کے متعلق شائع کرا دونگا۔ اگر آپ کہیں کہ اس پیشگوئی کے اعلان پر جو لوگ خاموش ہیں وہ ہمارے ساتھ سمجھے جائینگے تو میں کہتا ہوں کہ میرے اعلان پر بھی جو احمدی خاموش ہیں وہ میرے ساتھ سمجھے جانے چاہئیں میں خوب جانتا ہوں کہ جو شرائط آپ میرے لئے تجویز کرتے ہیں وہی آپکے لئے پیش ہونے پر آپ ان کو لغو قرار دینے کی کوشش کرینگے لیکن آپکو یاد رکھنا چاہئے کہ اول تو شرائط انعام دینے والا مقرر کیا کرتا ہے نہ کہ انعام کا اعلان قبول کرنیوالا۔ دوسرے یہ کہ اگر یہ لغو شرائط ہیں تو اس لغویت کے مرتکب آپ ہیں نہ میں۔

مینے تو آپکے سر وہی شرائط ڈالکر آپکو بتایا ہے کہ آپ لغو کام کر رہے ہیں ثالثوں کے متعلق جو کچھ آپنے لکھا ہے وہ بھی قابل غور ہے آپ لکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کو آپ اسلئے ثالث نہیں تسلیم کر سکتے کہ وہ بوجہ عداوت اسلام آپکے خلاف فیصلہ دینگے کیونکہ

اس پیشگوئی سے کے آنحضرت صلعم پر پوری ہونے سے اسلام کو ضعف پہنچتا ہے لیکن یہ آپ نے لکھا کہ اسلام کو کیا ضعف پہنچتا ہے۔ اگر حضرت مسیح موعود پر یہ پیشگوئی چسپاں ہو تو دیگر مذاہب کو اس سے کیا نفع ہوتا ہے مسیح موعود خود اپنے آپکو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام فرماتے ہیں پس اس پیشگوئی کے آپ پر چسپاں ہونے سے اسلام کو کیا ضعف پہنچ سکتا ہے نیز اور بہت سی پیشگوئیاں حضرت مسیح موعود کے حق میں پوری ہوئی ہیں تو ان سے اسلام کو ضعف پہنچا ہے اور غیر مذاہب کو فائدہ ہوا ہے کیا حضرت مسیح موعود کے مسیح کی آمد ثانی کی پیشگوئی کو پورا کرنے سے اسلام کمزور ہو گیا ہے اگر نہیں تو اس پیشگوئی میں وہ کونسی خصوصیت ہے جس کے باعث اسلام کو ضعف پہنچ سکتا ہے اور دیگر مذاہب کو خوشی پہنچ سکتی ہے اگر کہو کہ اسمیں رسول کا لفظ ہے اسلام میں رسالت کا دروازہ کھلا رکھنے سے اسلام کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ حدیث میں مسیح کی نسبت نبی اللہ کا لفظ آیا ہے آپکو مسیح کہنے سے بھی اسلام کو ضعف پہنچتا ہے اگر وہاں نبی اللہ ظلی اور مجازی مراد ہو سکتا ہے تو یہاں بھی رسول ظلی اور مجازی مراد لیا جا سکتا ہے اگر کہو کہ وہاں دیگر استعارات کا قرینہ ہے یہاں نہیں تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ اگر دیگر استعارات کو نبی اللہ کے استعارہ ہونیکا قرینہ سمجھا جائے تو ان آیات میں بھی لیطفؤا نور اللہ بافواھھم کا استعارہ رسول کے لفظ کو استعارہ بنا سکتا ہے غرض اس پیشگوئی کو حضرت مسیح موعود پر چسپاں کرنے میں کوئی بات بھی اسلام کی ہتک یا اسمیں ضعف پیدا کرنے والی نہیں لیکن بہرحال اگر آپ ان کو اسلئے حکم نہیں بناتے کہ انکا فیصلہ بے غرضانہ ہوگا تو آپکی تجویز کے مطابق احمدیوں میں سے ہی حکم ہوں اور تین آپکی طرف سے ہوں اور تین میری طرف سے اگر فیصلہ میں برابر رائیں ہوں تو آپ انعام کے حقدار نہیں سمجھے جائینگے اور اگر ایک طرف کے زیادہ ہوں تو وہ فریق غالب سمجھا جائیگا لیکن یہ مجھے کسی صورت میں بھی منظور نہیں کہ میرے قائمقام آپ منظور کریں اور آپکے میں حضرت علی اور حضرت معاویہ کا اختلاف ہوا تو کیا اسی طرح فیصلہ کے لئے وکلاء چنے گئے تھے یہ تو یقینی بات ہے کہ جو لوگ طرفین کی طرف سے وکیل مقرر ہونگے وہ خالی الذہن تو نہ ہونگے۔ ہاں اسوقت کے دلائل کے مطابق انہوں نے فیصلہ دینا ہوگا اور بحث کو حسب معاہدہ جاری رکھنے کا کام انکے سپرد ہوگا پھر میں اپنے حقوق کو آپکی جماعت کے سپرد کیونکر کردوں اگر آپ یہ کہیں کہ میں نے جو یہ بات منظور کرلی ہے تو آپکا فعل مجھ پر حجت نہیں میں اپنے حقوق کی نگہداشت اسی کے سپرد کر سکتا ہوں جس پر مجھے اعتبار کلی ہو۔ اور صرف یہی کافی نہیں کہ وہ دیانتدار آدمی ہو اسکے لئے علاوہ دیانتداری کے معاملہ کو سمجھنے کی اہلیت جس رائے کو وہ صحیح سمجھتا ہے اسکو دوسروں کے ذہن نشین کرنیکی قابلیت وغیرہا اور بہت سے امور ہیں جنکی ضرورت ہے پس میں اپنے قائمقاموں کا چننا آپکے ذمہ کیوں لگاؤں۔ آپ اپنے قائمقام چنیں اور میں اپنے قائمقام چنونگا دونوں کو اسی طرح قسم دیجائیگی جس طرح پہلے لکھا جا چکا ہے۔ ایک دوسرے کے ساتھیوں میں سے چننا تو ایک قسم کی لاٹری۔ یا جوا بازی ہے میرے قائمقام وہی ہو سکتے ہیں کہ جن پر مجھے اعتماد کامل ہو اور آپ کے قائمقام وہ ہو سکتے ہیں۔ جن پر آپکو اعتماد کامل ہو۔ اور یہ جو آپنے لکھا ہے کہ اگر مجھے ان کے منافق ہونیکا خیال ہو تو میں قسم کھاؤں کہ وہ منافق ہیں یہ بھی درست نہیں کیونکہ میرے لئے صرف اسقدر کہنا کافی ہے کہ ان لوگوں کو میں اپنی طرف سے حکم بنانے کے قابل نہیں پاتا۔ ان کے غیر اہل ہونیکے لئے مجھے قسم کھانیکی ضرورت نہیں کیونکہ وہ میری طرف سے حکم ہیں نہ آپکی طرف سے قانون شہادت میں ایک شاہد کی بات نہیں تسلیم کیجاتی تو کیا جج کو قسم کھانی پڑتی ہے کہ یہ شاہد جھوٹ بولتا ہے اسکی شہادت اسلئے قبول نہیں ہوتی کہ اسمیں شبہ کا دخل ہوتا ہے پس جس شخص کو آپ میری طرف سے حکم چنیں مجھے اسپر شبہ ہونا ایک طبعی امر ہے اور میں کبھی منظور نہیں کرسکتا۔

غرض آپ اگر احمدیوں میں سے حکم بنانا چاہیں۔ تو یہ صورت ہوگی کہ تین یا پانچ آدمی جو غیر مبایعین سے ہوں آپ اپنی طرف سے حکم بنائینگے اور تین یا پانچ جو مبایعین سے ہوں میں اپنی طرف سے مقرر کرونگا اگر آپ کسی مبایع کو یا میں کسی غیر مبایع کو اپنی طرف سے مقرر کروں تو یہ تحریر دینی ہوگی کہ بعد میں یہ کہنے کا حق نہیں ہوگا کہ انکا اپنا آدمی تھا اسلئے انکے حق میں فیصلہ دیدیا ان حکموں کا فیصلہ کثرت رائے سے ہو تو جس فریق کے حق میں ہو اسکا غلبہ سمجھا جائیگا۔ اگر برابر رہی تو کوئی فیصلہ نہ سمجھا جائے گا اور دونوں فریق کی تحریرات بلاکم وکاست شائع ہو جائینگی تا دونوں کو دیکھکر پبلک خود فیصلہ کرے۔

النبوۃ فی الاسلام کے جواب کے متعلق جو کچھ آپنے لکھا ہے اسکا جواب یہ ہے۔ کہ اس کا جواب مختلف مضامین میں ہماری طرف سے نکل چکا ہے اور اگر آپ کہیں کہ اسکے بعض حصص کا جواب ابھی نہیں ہوا تو یاد رہے کہ حقیقۃ النبوت کے بعض حصص کے جواب دینے کی کوشش بھی ابتک نہیں کی گئی چونکہ میں نے آپکے تمام سوالوں کا جواب مفصل لکھدیا ہے امید ہے کہ آپ اب بحث کو زیادہ طول نہ دینگے ایک مضمون مقرر کرکے اسپر گفتگو کرنیکا میں نے اعلان کیا ہے آپ اگر اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں تو انہی باتوں پر گفتگو کرنی ہوگی۔ جنکی نسبت میں نے انعام مقرر کیا ہے اگر نہیں تو صاف اقرار کریں کہ مجھے چیلنج منظور نہیں گو اسکے ساتھ وجوہات بھی لکھدیں اور پھر چاہیں تو اپنی طرف سے چیلنج دیں یا جسطرح آپنے اپنے اس مضمون میں دھمکی دی ہے کوئی مفصل کتاب اپنے خیال کی تائید میں لکھدیں آخر میں میں اسبات پر تعجب کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپنے میری نسبت لکھا ہے کہ میں لوگوں کو موت کی دھمکیاں دیتا ہوں۔ میں نے آپکی نسبت اپنے مضمون میں ایک بے بنیاد الزام لگانے کے باعث یہ لکھا تھا کہ مولوی صاحب آپنے آخر ایکدن مرنا ہے خدا سے ڈریں کیا اسی کا نام آپنے موت کی دھمکی رکھا ہے کیا آپکو یہ خیال ہے کہ آپ کبھی فوت نہ ہونگے کہ میرا یہ لکھنا کہ آخر آپنے مرنا ہے موت کی دھمکی بنگیا اگر میں یہ لکھتا کہ اگر آپ اسبات سے توبہ نہ کرینگے تو جلد ہلاک ہو جائینگے تب تو دھمکی کہلا سکتا تھا کیونکہ آپکی موت کے جلد واقعہ ہونیکا کوئی ثبوت نہیں لیکن یہ کہنا کہ آخر آپنے مرنا ہے تبھی دھمکی کہلا سکتا ہے جبکہ آپ موت سے بالکل محفوظ ہوں۔ لیکن اسوقت تک آپکی طرف سے کوئی ایسا دعوی شائع نہیں ہوا۔ واخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العلمین

خاکسار مرزا محمود احمد

لمعات

مولوی ثناءاللہ کا فیصلہ خواجہ صاحب کی احمدیت کے متعلق

ہم نے ۱۸ - نومبر ۱۹۱۶ء کے الفضل میں "خواجہ صاحب اور مولوی صدرالدین صاحب کی احمدیت کا پردہ فاش" کے عنوان سے جو افتتاحیہ لکھا تھا - مولوی ثناءاللہ نے اسے اپنے اخبار اہلحدیث مورخہ یکم دسمبر ۱۹۱۶ء میں ان الفاظ کے ساتھ تمام و کمال نقل کیا ہے - کہ

"قادیانی اخبار الفضل کا مضمون بڑا دلچسپ ہے - اس لیئے ناظرین کی ضیافت طبع کے لیئے سارا نقل کیا جاتا ہے"

ہمارے نزدیک وہ مضمون دلچسپ نہیں - اور نہ ہی ہم نے کسی کی دلچسپی کے لیئے لکھا تھا - بلکہ دردانگیز تھا - اور ہمیں بادل حزیں اس حقیقت کا اظہار کرنا پڑا تھا - لیکن اگر مولوی ثناءاللہ کو وہ مضمون "بڑا دلچسپ" نظر آیا ہے - تو ہم سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ

ع نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

ہاں اسکے متعلق مولویصاحب نے جو اپنی رائے ظاہر کی ہے - وہ اس قابل ہے - کہ خواجہ صاحب اور انکے ہواخواہ اسکی طرف توجہ کریں - جو یہ ہے - کہ

"ہمارے خیال میں بحیثیت مرزائی مذہب کے قادیانیوں کا دعویٰ صحیح ہے"

یعنی ہم نے خواجہ صاحب کی احمدیت کے متعلق جو کچھ مذکورہ بالا مضمون میں لکھا وہ احمدیت کے رو سے بالکل درست اور صحیح ہے - اسی بات کے ظاہر کرنے کے لیئے ہم نے وہ مضمون لکھا تھا - خواجہ صاحب اور انکے رفیقوں کو غور کرنا چاہیئے - کہ انکے طرز عمل پر احمدیت کا سخت معاند ثناءاللہ کیا فتویٰ دے رہا ہے - کیا اس کے مندرجہ بالا الفاظ کا صاف مطلب یہ نہیں ہے - کہ خواجہ صاحب احمدیت کے خلاف چل رہے ہیں - یہی وجہ ہے - کہ وہ خواجہ صاحب کے متعلق اپنی خوشی کا اظہار اور ہمدردی کا ووٹ پاس کر رہا ہے فقط

کند ہمجنس باہمجنس پرواز

یہ ایک بہت سچی اور صداقت سے پر مثل ہے - کہ کند ہمجنس باہم جنس پرواز - یعنی ایک چیز اسی چیز سے خوشی دلی تعلق اور واسطہ رکھتی ہے - جس سے اسے کوئی خاص مناسبت ہو - چند ہی دن ہوئے کہ اس مثل کی صداقت کو غیر مبائعین کے امیر مولوی محمد علی صاحب نے اسوقت اپنی عمل سے زندہ کر کے دکھا دیا - جبکہ اس نے ایک شخص پنڈت راج نرائن کو اپنے ہاں لیکچر دینے کے لیئے دعوت دی - اور اپنی زیر صدارت احمدیہ بلڈنگس کے "ہال" میں لیکچر دلایا - شائد ہمارے ناظرین کو یہ معلوم نہ ہو - کہ پنڈت راج نرائن اور مولوی محمد علی میں وہ کونسی ایسی بات تھی - جس نے ان کو ہم جنس بنا دیا - اور مولوی محمد علی کو پنڈت صاحب کے لیکچر دیتے وقت پریذیڈنٹ بننے پر مجبور کیا - اسلیئے ہم بتائے دیتے ہیں -

پنڈت راج نرائن ایک عرصہ تک مشہور آریہ سماجی رہے ہیں - اور آریہ سماج کی تائید میں ایک ہفتہ وار اخبار بنام "ارجن" بھی شائع کرتے رہے ہیں - لیکن کچھ عرصہ سے نہ معلوم کن اسباب کے ماتحت انہیں اپنے آپ کو آریہ سماجی زنجیر سے آزاد کرنا پڑا - اور اپنے آریہ سماجی اعتقادات کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو گئے - چنانچہ اس بات کا اظہار انہوں نے اپنے اس لیکچر میں بھی جو مولوی محمد علیصاحب کی صدارت میں دیا ہے - بڑے زور کے ساتھ اس طرح کیا ہے :-

"صرف تھوڑے عرصہ سے مجھے اپنی غلطی معلوم ہوئی ہے -"

یہی وہ بات ہے - جس نے مولوی محمد علیصاحب کو پنڈت صاحب کی رفاقت پر آمادہ کیا ہے - کیونکہ مولویصاحب کو بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آچکا ہے - یعنی پہلے ان کا یہ عقیدہ تھا - کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نبی اور رسول ہیں - جیسا کہ انہوں نے رسالہ ریویو آف ریلیجنز کے ایڈیٹر ہونے کے زمانہ میں ایک جگہ نہیں بلکہ کئی جگہ آپ کو نبی اور رسول لکھا - لیکن اب وہ اس عقیدہ کو بدقسمتی سے بدل چکے ہیں - اور یہی تبدیلی عقیدہ وہ وجہ ہے - جو مولوی صاحب اور پنڈت صاحب کے ہم جنس ہونے کا موجب ہوئی ہے - اور دونوں اکٹھے پرواز کرنے کی کوشش کر رہے ہیں - اگر یہ بات نہیں - تو مولوی محمد علیصاحب ہی بتلائیں - کہ انکے اس نئے تعلق کی اور کیا وجہ ہے -

ہم اس نئے تعلق کے لیئے نہ صرف مولوی صاحب کو بلکہ ان کے تمام خواہوں کو مبارکباد دیتے ہوئے - کسی کا یہ مصرع سنائے دیتے ہیں کہ

ع خوب گزرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو ؛

"پیغام" کو پیغام

کچھ تو خوف خدا کرو لوگو ؛ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ

۲۶ - نومبر ۱۹۱۶ء کا پیغام میرے سامنے ہے اس میں دو باتیں مجھے خاص طور پر قابل توجہ نظر آئی ہیں - اول اخبار مذکور کا ایک نوٹ زیر عنوان "محمودیوں اور عیسائیوں میں فرق" اور دوسرے خواجہ کمال الدین صاحب کے ایک پرائیویٹ خط سے نقل کردہ عبارت - ان ہر دو عبارتوں کو پڑھکر مجھے افسوس اور سخت افسوس ہوا - کیونکہ

اول - نوٹ مذکورہ میں وانتم سکاریٰ کو چھوڑ کر محض لاتقربوا الصلوٰۃ ہی پڑھا گیا ہے اور حسب عادت ناظرین کو عمداً دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے - اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی حالت پر رحم کرے -

اصل امر یہ ہے کہ ریویو اردو اور انگریزی میں اخبار ایوننگ سٹینڈرڈ اور سینٹ جیمز گزٹ کے کالموں سے ایک مضمون نقل اور ترجمہ کیا گیا تھا - یہ مضمون قاضی صاحب کا نہیں بلکہ اخبار مذکور کے نمائندے کی اپنی قلم سے ہے - اور جس عبارت کو پیغام کے مغالطہ دہندہ ایڈیٹر نے نقل کیا ہے - وہ اس ذیلی سرخی کی آخری سطور ہیں جس کا عنوان "مسیح کی آمد ثانی" ہے -

لوگو! خدا موجود ہے اور وہ حسب منشاء اپنے غضب کی آگ بھڑکا سکتا ہے - تم کیوں اسکا خوف نہیں کرتے - اور تمہاری نسبت وہ کہتے ہو جو غلط ہے وہ بیان کرتے ہو جو امر واقعہ نہیں وہ لکھ سکتے ہو جو سراسر دھوکہ دینے والے مغالطہ میں ڈالنے والے الفاظ سے پر ہوتا ہے ؛

دیکھو! ایک مضمون قاضی صاحب کے اپنے قلم سے ہے

Digtized by Khilafat Library

دوسرے کی تحریر ہے پھر اسمیں ذکر مسیح کی آمد ثانی کا ہے اور لکھنے والا بتا رہا ہے کہ آمد ثانی کے متعلق مسیحیوں اور احمدیوں کے عقائد میں کیا فرق ہے مگر صاحبان پیغام آپ ہیں کہ اُسے اپنے قلوب کا زنگ دے رہے ہیں۔ الٰہی تو خود انہیں سمجھ دے ہدایت کر شرم کرنے کی عادت ڈال۔ آمین ؂

دوئم۔ خواجہ صاحب کے پرائیویٹ خط کی عبارت اسقدر ناملائم الفاظ سے پُر ہے کہ انہیں پڑھکر عطائے تو بلقائے تو کہنے کے سوا چارہ نہیں۔ خواجہ صاحب نے ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے الفاظ کا (جنکی نسبت میں الفضل کے کسی گذشتہ نمبر میں لکھ چکا ہوں) اعادہ کرکے جماعت احمدیہ کی نسبت منجملہ دیگر مکروہ الفاظ کے یہ بھی لکھا ہے کہ ان میں "حسد۔ بغض۔ کینہ۔ جاسوسی اور جھوٹ بولنا پیدا ہوگیا ہے"۔ "ان نادانوں کو کوئی سمجھا ہے" "جہال کا طرز عمل"۔

باقی الفاظ کو حوالۂ خدا کرکے میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ خواجہ صاحب نے ہماری جماعت پر جاسوسی کا الزام لگایا ہے۔ حالانکہ میں نے اس لفظ کے متعلق ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کو مخاطب کرکے لکھا تھا کہ آپ اپنے رویہ کو صاف کریں اور آپکی سیاست کا راستہ وہ ہونا چاہیئے جو مسیح موعودؑ نے اختیار کیا اور جسپر چلنے کی ہمیں وصیت کی اگر آپ ایسا کریں تو جو خدشہ آپکے قلب میں جاگزین ہے وہ فوراً کافور ہو سکتا ہے۔

خواجہ صاحب! ہم اُس خدا کو حاضر و ناظر جان کر آپ کو بتاتے ہیں۔ جس کے قبضہ میں ہماری جان ہے کہ جماعت احمدیہ کا کوئی فرد بھی جاسوس نہیں۔ ہم گورنمنٹ کے وفادار ہیں اور اسلیئے وفادار ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسیح موعودؑ کی حفاظت کا کام اُسے لیا۔ اور پھر اسلیئے وفادار ہیں کہ خدا کے مسیحؑ نے گورنمنٹ کو بار بار محسن کہا۔ اور فرمایا کہ جو گورنمنٹ کے دکھ کو اپنا دکھ نہیں سمجھتا وہ مجھ سے نہیں۔ پس اس پر عمل پیرا ہوکر ہم اُن لوگوں کی حرکات کو جو احمدی کہلا کر احمدیت کے خلاف کرتے ہیں نفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ اور یہ امر آپ کو ناگوار گذرتا ہے آپ اسے جاسوسی کے نام سے تعبیر کرتے اور اپنے نئے مشرب کے ماتحت ہم پر ہر قسم کا حملہ کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ ہمیں جاسوس کہنے کی بجائے بہتر ہو کہ خواجہ صاحب کے مداح اور پیغام کو احمدی اخبار کہنے کے مدعی۔ شائع کردیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کے ماتحت (۱) وہ سلطان ٹرکی کو خلیفۃ المسلمین نہیں سمجھتے۔ اور یہ کہ ظفر علیخاں کی وہ نظم جو سلطان موصوف کے سامنے پڑھی گئی تھی پیغام میں غلطی سے درج ہوگئی تھی۔ (۲) شہزادہ عزالدین آفندی کی موت پر جو نوٹ پیغام میں شائع ہوا تھا اور جس سے شہزادہ کے قاتلوں کا حامیان اسلام ہونا ظاہر ہوتا ہے محض سہو ایڈیٹر و کاتب تھا۔ (۳) خواجہ صاحب نے جو کھلی چٹھیاں بنام وزیر اعظم برطانیہ لکھیں وہ محض ایک غلطی اور مدسار کی شہرت کے لیئے تھیں۔ (۴) مولوی صدر الدین صاحب کا ایک ہی وقت دو نومسلم انگریزوں کے نام حبیب اللہ و نصر اللہ رکھنا یونہی اتفاقیہ تھا۔ (۵) زمیندار اور اسکے ایڈیٹر سے ہمدردی اور ظفر علیخاں و قدوائی کو دست و بازو سمجھنا اور انکو اپنا امام بنانا وغیرہ جو کچھ ہوا ہو گیا اب اسکا اعادہ نہ ہوگا۔

خدایا! تُو انکو ہدایت کا راستہ دکھا بغاوت سے بچا۔ وفادار احمدی بنا۔ اور توفیق دے کہ تجھ سے خوف اور تیری مخلوق سے شرم کریں۔ آمین ثم آمین ؂

کیا یہ الفاظ مولوی محمد احسن صاحب کے ہیں؟

پیغام مورخہ ۲۳۔ نومبر سنہ ۱۹۱۶ء میں مولوی محمد احسن صاحب کے نام سے "ایک ضروری خط" چھپا ہے جسمیں انکی طرف سے بعض سوال کرنیوالے احباب کی نسبت یہ شکایت درج ہے۔ کہ

"ان جوابوں میں میرا وقت بھی ضائع ہوتا ہے۔ اور کارڈ یا لفافہ کی جستجو کرنی پڑتی ہے"

اس شکایت کے بعد جواب طلب کرنے والے احباب کو یہ کہا گیا ہے۔ کہ

"اگر سوال کا جواب مختصر معلوم ہوتا ہو۔ تو ایک جوابی کارڈ۔ اور اگر جواب کچھ زیادہ مفصل چاہیئے۔ تو آدھ آنہ کا ٹکٹ ضرور ارسال فرماویں ورنہ جواب نہیں دیا جائیگا"

ان مندرجہ بالا دونوں عبارتوں کے متعلق جن میں سے ایک میں تو کسی صاحب کے کسی سوال کا جواب دینے کو وقت کا ضائع کرنا بتایا گیا ہے۔ اور دوسری میں جوابی کارڈ یا ٹکٹ کے بھیجنے کی اتنی سخت تاکید کی گئی ہے۔ کہ اگر کوئی ایسا نہیں کرے گا۔ تو اسے جواب ہی نہیں دیا جائے گا۔

ہمیں شک ہے۔ کہ یہ الفاظ مولوی صاحب کے قلم یا زبان سے نکلے ہوئے ہوں۔ کیونکہ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ مولویصاحب موصوف "علم و فضل" کے مدعی ہوکر دینی امور سے تعلق رکھنے والے سوالات کے جواب دینے کو وقت کا ضائع کرنا اب بھی نہیں کہہ سکتے۔ جبکہ آپ کی عمر ایک خاص حد کو پہنچ چکی ہے۔ اور نہ ہی مذہبی سوالات کا جواب دینے کے لیئے پیسہ دو پیسہ خرچ کرنے میں اس مولویانہ خست اور کنجوسی کو روا اور جائز قرار دے سکتے ہیں۔ جو غیر احمدی مُلاّؤں میں اس وقت بھی پائی جاتی ہے۔

کیا ہم امید رکھ سکتے ہیں۔ کہ مولوی صاحب کی ذات والا صفات پر پیغام میں انکے اپنے ہی نام سے جو یہ دو بدنما دھبے لگائے گئے ہیں انہیں مولوی صاحب دُور کرنے کی کوشش کریں گے ؂

مباحثہ شملہ

شملہ کے مبایعین اور غیر مبایعین میں نبوۃ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک معرکۃ الآرا مباحثہ ہوا۔ جس کا فیصلہ طرفین کے انتخاب کردہ پریذیڈنٹ صاحب نے جو ایک غیر احمدی وکیل ہیں دلائل کے رو سے مبایعین کے حق میں کیا۔ وہ دلائل باعتبار جامع ہونیکے قابل دید ہیں۔ قیمت ۲ دفتر الفضل سے منگوایئے ؂